بندۂ مومن

تحریر و تحقیق
محمد صدّیق تہامی

29
52 ب
1082

Marfat.com

DATA ENTERED

بندۂ مومن

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
(علامہ اقبالؒ)

Marfat.com

اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جا سکتا۔

978-969

بازار، راولپنڈی

ے بارے میں معلومات کیلئے رابطہ:

http:. یا فون 92-51-9261125

Marfat.com

انتساب

اپنی اولاد اور خاندان کے نام

ملتِ اسلامیہ کے نام

خصوصاً ان کے نام

جنہوں نے اسلامی گھرانوں میں

جنم تو لیا

مگر ایمان ان کے دلوں میں

جگہ نہ پکڑ سکا۔

Marfat.com

فہرست مظامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	رائے گرامی (محترم ڈاکٹر احسان اکبر)	1
۲۔	رائے گرامی (محترم عزیز احسن)	3
۳۔	رائے گرامی (محترم محمد خالد سیف)	4
۴۔	پیش لفظ	6
۵۔	باب اوّل۔قران مجید (کتاب ہدایت)	11
۶۔	باب دوم۔اعتقادات	19
۷۔	باب سوم۔عبادات	26
۸۔	باب چہارم۔اخلاقیات	41
۹۔	باب پنجم۔توبہ کے مسائل	47
۱۰۔	باب ششم۔خواتین کے مسائل	52
۱۱۔	باب ہفتم۔رزقِ حلال	69
۱۲۔	باب ہشتم۔معاشرت	75
۱۳۔	باب نہم۔عاقبت یا آخرت	87
۱۴۔	باب دہم۔ایمان کا تقاضہ محبت	95
۱۵۔	باب یازدہم۔متفرق	102

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

رائے گرامی

محترم ڈاکٹر احسان اکبر، اسلام آباد

تفقہ فی الاسلام

محمد صدیق ان گنے چنے اشخاص میں سے ہیں جو زندگی کو اللہ کا انعام سمجھتے ہیں اور وقت کا احترام رکھتے ہیں۔ انہوں نے زندگی بھر شوق، عمل، آرزومندی اور محنت کو وسیلہ کیا اور کسب خیر کی سعی کی۔ ملٹری اکاؤنٹس کی چھوٹی سی ملازمت سے آغاز کیا مگر صفاتِ ذاتی نے انہیں دفتر کا سب سے مؤقر اور معتبر ماہر قوانین بنا دیا۔ بعدہ وہ واپڈا کی مانگ پر اس ادارے کے ایک اہم منصب تک پہنچے۔ ہمارے بزرگوں کی یہ نسل سادہ مزاج، محنتی، جفاکش، مخلص، سحر خیز، کم خور اور کم خواب ہونے کو جزو اخلاق سمجھتی تھی۔ ان شخصیات کی تعلیمی سطح اگر بالا نہیں تھی تو بھی تہذیبی شخصیت ہمیشہ توانا بلکہ توانا تر رہی جو شیکسپیئر نے کہا ہے۔ "Look here is the Man"

محمد صدیق صاحب ریٹائر ہوئے تو وقت ضائع نہ ہونے دیا۔ قرآن حفظ کرنا شروع کر دیا۔ کبرسنی کی وجہ سے مکمل تو نہ کر سکے مگر نصف سے کچھ زیادہ پکا حفظ کر لیا۔ میں نے مشورہ دیا کہ زندگی کے واقعات جمع کر کے لکھیں۔ آپ نے اس خلوص سے قبول کیا کہ عقاب کی مناسبت علامہ اقبال مرحوم کے کلام سے سرقہ کر کے ''ذوقِ پرواز'' کے نام سے اپنی سوانح حیات لکھ دی جس کا اپنا ایک مقام ہے۔ موجودہ کتاب یوں لکھی گئی کہ ان کے ایک دوست اسلام کے تعارف میں کتاب لکھنا چاہ رہے تھے۔ انہیں دل کے شدید عارضے نے مہلت نہ دی، سو ان سے کام نہ بن پایا۔ ان کے جمع کردہ مسودہ کے کاغذات محمد صدیق صاحب کو بھجوائے گئے مگر وہ بالکل منتشر صورت میں تھے اس لئے بات نہ بنی۔ آخر صدیق صاحب نے کافی سوچ بچار کے بعد اپنے طور سے ابتدا کر کے لکھ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ سو یہ ''بندہ مومن''۔

''بندۂ مومن'' دین اسلام کی اہمیت بھی بتاتی ہے اور دین کا تعارف بھی کراتی ہے۔ قرآن شریف سے ابتدا کر کے دینی عقائد، عبادات، دینی اخلاق، توبہ کی اہمیت اور مسائل خواتین ماضی سے اسلام تک، رزقِ حلال کی بنیادی اہمیت، حسنِ معاشرت اور محبت سے الگ الگ ابواب

Marfat.com

میں بحث کرتی ہے۔ انہوں نے بڑی دیدہ وری سے یہ اخذ کیا کہ ایمان باللہ تقویٰ کا ثمر ہے مگر اس کی روح محبت ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسلام صرف اخلاص ہے۔ یہ وہی محبت ہی کی ایک صورت ہے۔ ہمارے پرانے تعلیم یافتگان فارسی، عربی میں مہارت سے محروم نہیں ہوا کرتے تھے۔ صدیق صاحب کو بھی یہ دونوں نعمتیں میسر تھیں۔ نثر لکھی ہی اس طرح سے کہ قرآنی آیات کو سادہ زبان میں لکھتے چلے گئے۔ یوں یہ کتاب شدّت سے اصل پر قائم اور دائم ہوئی۔ ذاتی نکتہ نظر جو فرقہ بندی کی بنیاد بن سکتا تھا اس کے بجائے صرف متن کتاب کی بات کی، وہیں سے مسائل لئے۔ دیکھا تو بے ساختہ رشک آیا کہ

ع کیا توشۂ آخرت کمایا!

میں چشم تصور سے اس کتاب کی مقبولیت دیکھ رہا ہوں۔ اللہ سے دعا گو ہوں کہ ان کی عمر کے ساتھ ان کے قلم کو اور توانائی ملے اور اس کتاب کو وہ مقام نصیب ہو جو کتاب کو دلوں میں اترنے کی راہ دیتا ہے۔

ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

پروفیسر ڈاکٹر احسان اکبر

۱۲ جون ۲۰۰۷ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

رائے گرامی

محترم جناب عزیز احسن

چیف آڈٹ، او جی ڈی سی اسلام آباد

منہاج القرآن

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اور نزول کے وقت سے قیامت تک کے لئے ایسی کتاب ہدایت ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود ربّ العزّت نے لیا ہے۔ نبی پاک محمد رسول ﷺ نے مکمل طور سے جو کچھ ملفوظی شکل میں آپ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا اُسے اپنی نورانی عملی صورت عطا فرمائی اور اپنی تبلیغ سے ایسا معاشرہ تشکیل فرمایا جس کے بنیادی نظریات، اعمال اور افعال پورے پورے قرآن کریم کے احکامات اور نبی کریم ﷺ کے عملی نمونے کے تحت شکل پاتے رہے۔ اس طرح اسلام کی نظری کیفیت میں اعتقادات، عبادات، اخلاقیات اور طرزِ معاشرت کے جو اصول قرآن کریم میں بیان کئے گئے تھے وہ عملی شکل میں حضور ﷺ کے اعمال، افعال اور اقوال مبارکہ میں ڈھلتے گئے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کی جس نہج پر تربیت ہوئی وہ نہج قرآنی نظام کے حوالے سے جانی پہچانی جاتی ہے۔

آج امتِ مسلمہ کی اصلاح کے لئے تمسّک بالقرآن وسنّت بھی ضروری ہے اور آثارِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین پر بھی نگاہ رہنا ضروری ہے۔ الحمد اللہ ہمارے عہد میں تفہیمِ دین متین کی مساعی کچھ تیز ہوئی ہیں تا کہ دشمنانِ اسلام کی اڑائی ہوئی گرد سے شاہراہِ عمل صاف ہو سکے۔

بندہ مومن بھی اسی قسم کی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور امّت کو اس کوشش میں عملی طور پر شریک ہونے کی سعادت بخشے۔

عزیز احسن

۲۶ جون ۲۰۰۷ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

رائے گرامی

محمد خالد سیف

سینئر ریسرچ آفیسر

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں مرد مومن کی صفات و خصوصیات کو مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُومِنُونَ وَالْمُومِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ و يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ يُطِيعُوْنَ اللهَ وَ رَسُوْلَه، اُولٰئِكَ. سَيَرْحَمُهُمُ الله. اِنَّ اللهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ٥ (التوبہ:۷۱)

اسی طرح سورۃ المؤمنون کی آیات ۱-۱۱، سورۃ الفرقان کی آیات ۶۳-۷۶ اور دیگر بہت سی آیات کریمہ نیز احادیث نبویہ میں ان صفات و خصوصیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جن سے ایک مرد مومن کو اپنے تئیں آراستہ کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنے آقا و مولیٰ، اپنے رب تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کر کے دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ سکے۔

مرد مومن کی انہی صفات و خصوصیات کو کتاب و سنت کی روشنی میں محترم الحاج محمد صدیق تہامی حفظ اللہ تعالیٰ نے نہایت سلیقہ کے ساتھ، شگفتہ و دلنشین اسلوب میں اپنی کتاب۔ ''بندۂ مومن'' میں مرتب کر دیا ہے۔ فاضل مصنف نے خود بھی اپنی زندگی تقوی و طہارت، خشیت و انابت الی اللہ اور امانت و دیانت کے ساتھ بسر کی ہے، جیسا کہ آپ کی خودنوشت سوانح حیات ''ذوقِ پرواز'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضور سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان: اَلدِّينُ النَّصِيحَة (دین ہمدردی اور خیر خواہی کا نام ہے) کے مطابق انہوں نے ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار ہو کر، خالص کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں ہر قسم کی فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر یہ کتاب مرتب فرمائی ہے، امید ہے اس کے مطالعہ سے جہاں

Marfat.com

قارئین کرام کے دلوں میں کرن کرن اجالا ہوگا، وہاں یہ فاضل مصنف کے لیے صدقہ جاریہ اور رفع درجات کا سبب بنے گی، اللہ رب ذوالجلال اسے شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین!

محمد خالد سیف

سینئر ریسرچ آفیسر

۲۳ جون ۲۰۰۷ء

Marfat.com

پیش لفظ

نَحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہِ الکریم. اَماَّ بعد فاَ عوذُ باللہ من الشیطان الرجیم بِسم اللہِ الرحمنِ الرّحیم. قالتِ الاعراب اٰمنا.... الاٰیۃ

سورہ الحجرات میں اللہ تعالیٰ مدینہ کے نومسلم گنوار اشخاص کا قول نقل فرما رہے ہیں جو کہتے تھے ''ہم ایمان لے آئے ہیں'' جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ ہاں البتہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی پوری اطاعت کرنے لگو گے تو تمہارے ایمان کی تصدیق ہوگی اور پھر تمہارے نیک اعمال میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ یہ حالت حضور ﷺ کے مدنی دور کے آخری ایام کی ہے جب فتح مکہ کے بعد عام لوگ دین اللہ میں فوج در فوج داخل ہو رہے تھے اور بعض دیہاتی لوگ کلمہ طیبہ زبان سے ادا کر کے اپنے اسلام لانے کا احسان جتا رہے تھے۔

آج ہم میں سے اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو غیر کامل مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اور اسلامی نام لے کر امت مسلمہ میں آئینی طور پر شامل ہیں۔ مگر دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا۔ سو جس طرح آپ ﷺ کے زمانے کے نومسلموں کو بتایا گیا تھا کہ تمہارے ایمان کی تصدیق تب ہوگی، جب تم اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی خوشدلی کے ساتھ پوری اطاعت کر کے دکھاؤ گے۔ اسی طرح آج ہم پیدائشی مسلمانوں کو بھی یہی ہدایت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی خوشدلی کے ساتھ پوری اطاعت کریں۔ قرآن پاک میں تاکیداً ایک اور جگہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ۔ (ادخلوا فی السّلم کآفّۃ) سو ضرورت اس امر کی ہے کہ آج ہم ناقص مسلمان زندگی کے تمام شعبوں میں احکام الٰہی کی پوری طرح اطاعت کر کے اپنے ایمان میں سچے ہونے کا ثبوت دیں۔

اگر قرآن پاک محض کتاب کی صورت میں ہوتا تو تمام احکام جن کی اطاعت مطلوب تھی ایک ترتیب سے اس میں درج ہوتے مگر چونکہ یہ اصل میں اللہ کا کلام ہے جو موقع محل کی مناسبت کے ساتھ پورے تیئس سال میں حضور ﷺ پر مکمل ہوا اس لئے زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق احکام ہم کو اس زمانے میں بغیر کسی ترتیب کے علیحدہ علیحدہ قرآنی آیات میں ملتے ہیں۔ مگر

Marfat.com

حضور ﷺ کے زمانے میں آپ نے اور آپ کے اصحاب نے سب احکام کو سن کر خوشدلی سے بیان کردہ احکام پر مخلصانہ عمل کے ذریعے اپنے ایمان کی صداقت کا ثبوت دیا، جس پر اللہ پاک نے شہادت دی کہ یہ سچے مومن ہیں (آیت ۱۸ا الحجرات)۔ایک اور جگہ پر اپنی رضا کی سند بھی دی کہ میں ان سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔(آیت ۸ سورۃ البینہ)۔پس ہم پر بھی واجب ہے کہ لوگوں کی نظروں میں ہم محض نام کے یا گنتی کے مسلمان نہ سمجھے جائیں، بلکہ ہم اللہ کی نگاہ میں سچے مومن ہونے کا مقام پائیں اور اللہ کی رضا کا شرف حاصل کریں کیونکہ یہی ہماری اصل کامیابی ہوگی۔ نیز اقوام عالم میں عزت کا مقام بھی ہمیں اس وقت ملے گا جب قرونِ اولیٰ کے سچے مومنوں کی طرح اللہ کی رضا اور نصرت ہمارے ساتھ ہوگی اور یہ سرفروشانہ اطاعت کے بغیر مل نہیں سکتی۔ یہ صورت پیدا ہو جائے تو بقول شیخ سعدی مرحوم۔

ع ہر کہ ترسد از خدا ترسد ازو خلقِ خدا

یعنی جو اللہ سے ڈر کر اللہ کی رضا حاصل کر لیتا ہے پھر ساری مخلوق اس سے لرزاں و ترساں رہتی ہے۔

پھر ہم سچے مومنوں کی شان بقول علامہ اقبال مرحوم ایسی ہوگی۔

ع دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

حق کی شہادت اگر ہر قیمت پر ایسی اطاعت سے نہیں ہوگی تو اللہ کی رضا کہاں ہوگی اور اس کی نصرت کہاں۔

سو اس چھوٹی سی کتاب میں زندگی کے مختلف شعبوں میں کرنے اور نہ کرنے کے احکام جو قرآن کی مختلف آیات میں آئے ہیں ان کو مختلف ابواب میں مرتب کیا گیا ہے تاکہ قاری سہولت کے ساتھ رہنمائی حاصل کر کے حسنِ عمل کے ذریعے اپنے مومن ہونے کی تصدیق فراہم کرے اور اللہ کی رضا حاصل کر کے کامیابی کی اصل منزل پائے۔

(نوٹ: نبی ﷺ کے زمانے کے سامعین اکثر احکام کے پسِ منظر کو جانتے تھے کیونکہ بعض احکام تو خود ان کے سوال کرنے پر نازل ہوئے اور بعض محض دلوں کے اندر خواہش پیدا ہونے یا شک ابھرنے پر اللہ نے جو علیم' بذات الصدور ہے خود بندوں کی رہنمائی یا ہدایت کے

Marfat.com

لئے بروقت نازل فرمائے جبکہ آج کے قاری کو ہر ہر حکم کے پسِ منظر کا ذاتی علم نہیں ہے اس لئے اس کی سہولت کے لئے مختلف احکام کو اس کتاب کے درج ذیل گیارہ ابواب میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے:-)

۱۔ قرآن مجید، کتاب ہدایت
۲۔ اعتقادات
۳۔ عبادات
۴۔ اخلاقیات
۵۔ توبہ کے مسائل
۶۔ خواتین کے مسائل
۷۔ رزقِ حلال
۸۔ معاشرت
۹۔ عاقبت یا آخرت
۱۰۔ دین کا تقاضا۔محبت
۱۱۔ متفرق

اس کتاب کی تالیف کا کام میرے محترم دوست ڈاکٹر محمد صادق نے شروع کیا۔ مگر بوجوہ تکمیل نہ کر سکے۔ پھر جب میری داستانِ حیات بعنوان ''ذوقِ پرواز'' ان کی نگاہ سے گزری تو انہوں نے جو ابتدائی کام کیا ہوا تھا مجھے دکھایا اور رہنمائی چاہی۔ میں نے ان کے جمع کردہ مواد کو جو منتشر صورت میں تھا دیکھا اور اس کو مختلف ابواب میں ترتیب دیا۔ نیز جہاں ضرورت محسوس ہوئی مختلف شرعی احکام کی تشریح کی۔ کچھ حصوں کو حذف کیا کچھ کا اضافہ کیا اور زبان کی بھی اصلاح کی تا کہ قاری نہ صرف اسلام میں پوری طرح داخل ہونے کے تقاضوں کو سمجھے بلکہ پڑھتے وقت اس کی دلچسپی بھی قائم رہے اور وہ احکام الٰہی کو خوشدلی سے قبول کر کے عمل پیرا ہو جائے۔ اسے کوئی گرانی محسوس نہ ہو۔

میری حوصلہ افزائی کے سبب ڈاکٹر صاحب موصوف تذبذب کی حالت سے نکل کر نئے ولولے کے ساتھ کتاب کی تالیف مکمل کرنے کے لئے اصلاح شدہ مسودہ واپس لے گئے۔ اصل

Marfat.com

میں انہوں نے قرآن پاک کی مختلف موضوعات پر جو آیات مختلف سورتوں میں تھیں چن کر ان کا ترجمہ کر کے آیتوں کے حوالے کے ساتھ مختلف اوراق میں نقل کی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میں سے نفسِ مضمون سے زیادہ مناسبت رکھنے والی آیتوں کو کتاب میں جگہ دینے کے لیے ضروری سمجھا۔ بقیہ آیات کو چھوڑ دیا تھا اور کچھ زبانی ہدایات بھی دی تھیں۔ پھر میں ان سے اکثر کتاب کے بارے میں پوچھتا تو یہی جواب ملتا کہ صحت ٹھیک نہیں۔ مختلف گھریلو مسائل میں بری طرح الجھا ہوا ہوں۔ اور اب وہ دل کی بیماری کی وجہ سے بالکل معذور ہو کر صاحب فراش ہو گئے ہیں۔ دل کا ایک والو بند ہے جسمانی کمزوری کی وجہ سے آپریشن نہیں ہو سکتا۔ بدیں وجہ دماغ کو خون کی پوری رسد نہیں ملتی اور وہ چلنے پھرنے سے معذور ہیں بلکہ بات بھی مشکل سے کر پاتے ہیں۔ میں ان کا حال معلوم کرنے گیا۔ ان کی صحتیابی کی دعا کی اور اس کتاب کی تکمیل کی ذمہ داری قبول کر کے واپس آیا۔ چند روز بعد وہ کاغذات جن کو میں نے موضوعات کے حساب سے ترتیب دی ہوئی تھی ان کی بیگم نے اپنے بیٹے کے ہاتھ منتشر حالت میں میرے گھر بھجوا دیئے۔ مجھے دیکھ کر بہت الجھن ہوئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کام کو کیسے ہاتھ میں لوں اور میں اسے کیونکر ختم کر پاؤں گا۔ آخر تین چار ماہ کی سوچ بچار کے بعد میں نے نئے سرے سے لکھنے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد سے اس ضعیف العمری میں جبکہ میری نظر بہت کمزور ہو چکی ہے میں کچھ لکھ پایا ہوں۔ سو، اپنی سی حقیر کوشش کے بعد یہ کتاب بعنوان ''بندۂ مومن'' قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ اس کتاب کو میں نے اپنے منفرد انداز میں لکھا ہے۔ البتہ میں نے مسودے کا پہلا پرنٹ دین کی گہری سمجھ رکھنے والے اپنے ایک عزیز دوست محمد اکرم ضیاء کو جو لائبریری سائنس میں ماسٹر کی ڈگری کے حامل ہیں دکھایا۔ انہوں نے دقتِ نظر سے دیکھا۔ کمپوزنگ کی فروگذاشتوں کی بھی نشاندہی کی اور کئی ایک مقامات پر اصلاح بھی فرمائی۔ پھر میں نے مسودے کے تیسرے پروف کی ایک ایک نقل معروف استاد اور ادیب اور مفکر ڈاکٹر احسان اکبر صاحب اور اسلامی نظریاتی کونسل کے سینئر ریسرچ آفیسر جناب محمد خالد سیف کی خدمت میں اصلاح کے لئے پیش کی۔ انہوں نے بکمال مہربانی اپنا قیمتی وقت نکال کر نہ صرف کتاب کو زبان اور محاورے کی غلطیوں سے پاک کیا بلکہ نفسِ مضمون کے حوالے سے قیمتی مشورے دے کر کتاب کی افادیت مین دو چند اضافہ فرمایا۔ میں ان دونوں حضرات کا جو ہماری ملت کے متاع بے بہا ہیں دل کی گہرائی سے شکر گزار ہوں۔

Marfat.com

آخر میں مرزا محمد صادق صاحب کا بھی نہایت ممنون ہوں جنہوں نے حُسنِ نیت کے ساتھ کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور ابتدائی کام بھی کیا تھا مگر علالت کی وجہ سے مکمل نہ کر سکے۔ دعا ہے کہ اللہ ہم سب کی اس حقیر کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور کتاب کو وہ مقام نصیب ہو جو اسے دلوں میں اترنے کی راہ دکھائے۔ یہ بھی دعا ہے کہ ہم سب کی جملہ خطاؤں سے اللہ پاک صرفِ نظر فرما کر اپنی رحمت خاص سے ہمیں نوازے۔ آمین۔

نیاز مند

محمد صدیق تہامی عفا اللہ عنہ

Marfat.com

باب اوّل

قرآن مجید، کتابِ ہدایت

اللہ پاک نے آفرینشِ آدم سے پہلے اپنی نوری مخلوق فرشتوں کے سامنے زمین میں اپنا خلیفہ بنانے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور بتایا کہ جب میں اس کا جسم مٹی سے اچھی طرح سنوار لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔ فرشتوں نے حکم مانتے ہوئے سجدہ کیا مگر ان کی مجلس میں ابلیس نامی ایک جن بھی تھا۔ اس نے تکبر کیا اور حکم ٹال کر سجدہ نہ کیا۔ اللہ نے اس سے پوچھا ''تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا۔'' اس نے جواب دیا کہ میں اس آدم سے بہتر یعنی اونچے درجے کا ہوں کیونکہ مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا جبکہ یہ آدم مٹی سے بنا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ تو اس مجلس سے نکل جا کیونکہ تو راندہ ہوا ہے اور تجھ پر میری لعنت انصاف کے دن تک برستی رہے گی اس نے گستاخی سے کہا کہ آپ مجھے قیامت تک مہلت دے دیں تا کہ جس آدم کی وجہ سے لعنت کا طوق میری گردن میں پڑا ہے اس آدم کی اولاد انسانوں کو ورغلا کر اللہ کا باغی بنا کر چھوڑوں۔ اللہ نے مہلت دے دی تو اس نے اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہا کہ میں تمام انسانوں کو ضرور ورغلاؤں گا، گمراہ کروں گا، سوائے تیرے خاص مخلص بندوں کے۔ اللہ نے بھی تحکمانہ انداز میں فرمایا کہ مجھ سے بھی قطعی سچا اعلان سن لو کہ میں تم سے اور تمہاری اتباع کرنے والوں سے جہنم کو ضرور بھر دوں گا۔ (سورہ ص۔ آیات ۷۱ تا ۸۵)

پھر اللہ پاک نے اپنے ارادے کے مطابق ایک آزمائش کے بعد آدم کو، ان کی زوجہ اماں حوا کو اور ابلیس (شیطان) تینوں کو پہلے سے بنائی ہوئی زمین پر اتار دیا۔ اس زمین کو پیدا کرنے کے بعد اللہ نے اس میں برکت بھی رکھ دی تھی اور تمام انسانوں کی خوراک بھی رکھ دی تھی تا کہ ان کے جسم کی ایک مقررہ مدت تک بقاء کی ضرورت پوری ہو۔ (دوسرا رکوع سورہ حٰم السجدہ آیت ۱۰)

انسان جسم اور روح سے مرکب ہے۔ اللہ پاک نے زمین پر اتارتے وقت آدم، ان کی زوجہ اور ابلیس (شیطان) تینوں کو بتا دیا کہ میری طرف سے روح کی خوراک یعنی ہدایت بھی آتی

Marfat.com

رہے گی۔ پس جو میری ہدایت کی اتباع کرے گا اس کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ حزن۔ اور جو نہیں مانے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہمیشہ کا ٹھکانہ ہوگا۔ (سورۃ البقرہ آیت ۳۸۔۳۹)

اس وعدے کو اللہ پاک نے یوں پورا کیا کہ اول اول جب اولاد آدم یعنی انسانوں کی آبادی کم تھی۔ چھوٹی چھوٹی بستیاں اور قبیلے اور برادریاں تھیں تو اللہ نے انسانوں میں سے بعض برگزیدہ بندوں کو ان کے اپنے دیگر زیر اثر ساتھیوں اور ہمعصروں کی ہدایت کے لئے چنا اور اپنے اپنے وقت پر ان کو اپنے معزز فرشتے جبرائیلؑ کے ذریعے مخفی طریقے سے ہدایات بھیجیں کہ وہ اپنے لوگوں کو اللہ کے احکام سنائیں جن میں سب سے اہم حکم یہ تھا کہ تمہارا الٰہ واحد اللہ کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، نہیں ہے، نہیں ہے، ہرگز نہیں ہے، نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ ہی کسی قسم کے اختیارات میں۔ اس لئے صرف اسی کی عبادت کرنا اور اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کے لئے بھی اسی کو پکارنا۔

دوسرا حکم یہ تھا کہ تم اس زندگی کو سب کچھ نہ سمجھ لینا بلکہ اس کو عارضی وقفہ سمجھنا، اس دوران تم کو جتنا اختیار دیا گیا ہے، اس کا امتحان لیا جائے گا کہ آیا تم نے اس عطا کردہ اختیار کا استعمال اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھ کے کیا ہے یا من مانی خواہشوں کی پیروی میں کیا ہے اور یہ کہ موت کے بعد ایک بڑا دن، بہت بڑا انصاف کا دن آئے گا اس روز تم سب کو جسم اور ہوش وحواس کے ساتھ پھر زندہ کر کے اللہ اپنی عدالت میں حاضر بلائے گا۔ پھر تمہارے دنیا کے اعمال دیکھ کر فیصلہ ہوگا۔ نیکوکاروں کا جنت کے باغات میں ہمیشہ کا ٹھکانہ ہوگا جہاں ہر طرح کی نعمت ہوگی، ہر خواہش پوری ہوگی اور بدکاروں کے لئے جہنم کا قید خانہ ہوگا جو ہر قسم کے ہولناک عذابوں سے بھرا ہوگا اور ان بدبختوں کو وہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

شروع میں انسانوں کی ضرورت کے لئے صحیفے نازل کئے گئے۔ پھر جب آبادیاں بڑھیں، تو ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں برگزیدہ پیغمبروں پر کتابیں اتاری گئیں تورات، زبور اور انجیل۔ مگر دنیا پرستوں نے حقیر مالی فائدوں کے لئے ان آسمانی کتابوں میں اس قدر تحریفات کیں کہ کسی کتاب کا اصل صورت میں وجود باقی نہ رہا۔ پھر جب نسلِ انسانی بلوغت کو پہنچی اور تمام روئے زمین پر آمد و رفت ممکن ہوئی تو اللہ پاک نے اپنے آخری نبی محمد مصطفےٰ، سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ پر اپنی آخری کتاب قرآن مجید نازل فرمائی اور اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود لیا

Marfat.com

جو چودہ سو سال بعد معجزانہ طور پر آج بھی اصل صورت میں انسانوں کی ہدایت کے لئے موجود ہے اور تا قیامت موجود رہے گی۔ اس کتاب کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

یہ قرآن ماہِ رمضان میں اتارا گیا، جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو سیدھی راہ دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ (سورہ البقرہ آیت ۱۸۵)

(نوٹ: قرآن رمضان کے مہینہ میں لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے اتارا گیا مگر پھر حضور ﷺ کے قلب مبارک پر تھوڑا تھوڑا کر کے وقت کے تقاضوں اور حالات کی مناسبت سے اتارا گیا تا کہ حضور ﷺ کے دل کو ثابت رکھا جائے اور سننے والوں کے لیے سمجھنا اور عمل کرنا آسان ہو اور یہ سلسلہ ۲۳ سال میں مکمل ہوا۔ تا آنکہ آخری آیت ''الیوم اکملتُ لکُم دینکم وَاَتممت علیکم نعمتی وَ رضیتُ لکُم الاسلامَ دِیناً o''۔ سورہ المائدہ میں اتری جو اللہ کی بتائی ہوئی ترتیب کے حساب سے پانچویں سورۃ ہے۔ جب کوئی آیت یا سورۃ نازل ہوتی ساتھ ہی اللہ پاک کی ہدایت آتی کہ ان آیات اور سورتوں کو پہلے سے نازل کردہ قرآن کی کس سورت کے بعد یا پہلے اور کس آیت کے بعد یا پہلے رکھا جائے اور قرآن پاک جس ترتیب کے ساتھ اب موجود ہے، یہ نزولی ترتیب کے مطابق نہیں بلکہ یہ اللہ کی بتائی ہوئی ترتیب کے مطابق ہے اور اس میں بھی ایک حکمت ہے جس کو علماء اچھی طرح جانتے ہیں۔

قرآن صاف عربی زبان میں اولین مخاطبین یعنی قریش مکہ کے لہجہ میں اتارا گیا تا کہ مخاطبین پیغامِ حق کو بخوبی سمجھ سکیں۔ نیز چونکہ قریش مکہ زباندانی میں اپنے آپ کو بہت بلند پایہ ادیب اور خطیب سمجھتے تھے اور غیر عرب قوموں کو عجمی یعنی گونگا سمجھتے تھے، اس لئے قرآن پاک کی مکی سورتیں تمام کی تمام بلاغت اور فصاحت میں اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ مکہ کے بڑے بڑے ادیب اور شاعر اس کلام کو سن کر دنگ رہ گئے بلکہ سحر زدہ ہو کر رہ گئے۔ مگر اپنے مذہب (بت پرستی) پر سختی سے قائم رہنا چاہتے تھے، اس لئے اپنے لوگوں سے کہتے تھے کہ اس قرآن کو مت سنو۔ اگر سنو گے تو مغلوب ہو جاؤ گے شکست کھا جاؤ گے اور اپنا دین چھوڑ کر محمد ﷺ کے دین کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔

اور یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کو ہم نے بڑی خیر و برکت والی شئے بنا کر بھیجا

Marfat.com

ہے سو اس کا اتباع کرو تا کہ تم پر رحمت ہو۔ (آیت ۱۵۵۔ سورۃ الانعام)

قرآن اللہ کی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ ہدایت دینے والی ہے ان پرہیزگار لوگوں کو جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی ان لوگوں کے لئے ہدایت کا نسخہ ہے، جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اللہ کی رضا چاہنے والے ہیں، اس کی ناراضگی سے ڈرنے والے ہیں جن کو عرف عام میں پرہیزگار کہتے ہیں۔ جو اللہ سے نہیں ڈرتے ان کو اللہ کی رضا یا ناراضگی کی کیا پروا۔ پس یہ ان فکر اور پروا کرنے والوں کو راہِ ہدایت دکھائے گی، جو اللہ سے راہِ ہدایت دکھانے کی درخواست کرتے اور دل میں طلب صادق رکھتے ہیں، جو اس طرح دعا کرتے ہیں جیسے اللہ نے کتاب کی پہلی سورۃ الفاتحہ میں سکھائی۔ اور پھر دوسری سورت کی پہلی دو تین آیتوں میں اس دعاء کا جواب ہے کہ یہ کتاب جو اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے، اس کے جملہ مضامین کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ بلاشبہ یہ سرتاپا ہدایت کا نسخہ ہے، جس کے مطابق عمل کر کے اللہ کے بندے جو راہِ حق کے متلاشی ہیں اللہ کی مرضیات اور غیر مرضیات کا علم پا کر صحیح راہ اختیار کریں گے اور اللہ کی ناراضگی سے بچیں گے۔ ایسے پرہیزگار لوگ ہی بن دیکھے اللہ پر ایمان لائیں گے یعنی جو چیزیں ان کے عقل و حواس سے مخفی ہیں جیسے جنت، دوزخ، ملائکہ وغیرہ ان سب کو اللہ اور رسول ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے برحق اور یقینی سمجھتے ہیں۔ اگر ان امور غیبیہ کا کوئی شخص منکر ہے تو پھر وہ ہدایت سے محروم رہے گا۔ اور اگر ان امور کو ماننے والا ہوگا تو وہ پھر ہر حکمِ الٰہ کو مانے گا اور ارشادِ نبوی کے مطابق عمل کر کے ہدایت کی راہ پائے گا۔ یہ منزل اس کتاب قرآن کی رہنمائی میں حاصل ہوگی۔

یہ قرآن اللہ نے نازل کیا اور وہ خود ہی اس کا نگہبان ہے۔ یعنی اللہ اس قرآن کو اپنی مخفی تدبیر سے تا قیامت صحیح صورت میں محفوظ رکھے گا۔ اس کے مضامین میں کوئی تحریف نہیں ہوگی جیسی پہلی الہامی کتابوں تورات، انجیل میں تحریفات ہوئی ہیں۔ پھر پہلی کتابیں پوری کی پوری یکمشت اتاری گئی ہیں، جبکہ یہ کتاب حالات اور وقتی مصالح کی روشنی میں تھوڑی تھوڑی کر کے اتاری گئی اور رسول ﷺ اللہ کی ۲۳ سالہ رسالت کی زندگی میں مکمل ہوئی۔ اس میں مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب کو حالات کے پس منظر میں قرآن کے مختلف احکام اور آیات کا اترنا یاد رہے۔ نیز حضور ﷺ کے زمانے میں نسلِ انسانی بلوغت کو پہنچ چکی تھی، جبکہ لکھ کر اللہ کی باتوں کو

Marfat.com

محفوظ کرنا بہت سے اسلام کے فدائیوں کے لئے آسان تھا اور پھر اس زمانے میں ذرائع آمدو رفت بھی ایسے تھے کہ اللہ کی ان آیات ان احکام کو حضور ﷺ کے حجۃ الوداع کے خطبہ کو سننے کے بعد آپ ﷺ کے اصحاب نے پہلی ہی صدی میں دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ پہلی کتابوں کا زمانہ ایسا نہ تھا اور نہ ان امتوں کے افراد نے تھوڑا تھوڑا سن کر فرداً فرداً اللہ کے کلام کو محفوظ کیا تھا نہ یکجا اکٹھا کر کے کلام کی صحت اور جمع بندی کی کوشش کی گئی تھی بلکہ سب کچھ خاص اہل علم اماموں پیشواؤں پر چھوڑ دیا گیا، جن میں سے بعض نے حقیر فائدوں کے لئے اللہ کے احکام کو چھپایا یا بدل کر بیان کیا۔ ویسے بھی پہلی آسمانی کتابیں مخصوص اقوام کے لئے تھیں جو محدود علاقوں میں آباد تھیں، جبکہ قرآن پاک تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے۔ سو، اس حساب سے ہم مسلمانوں کو بلکہ تمام نوعِ انسانی کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ اللہ کا پورے کا پورا آخری کلام جو آخری نبی ﷺ پر قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے اترا تھا آج بھی محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ اور حق باطل کا سر پھوڑ کے رہے گا۔ پس جس کا دل چاہے ایمان کی راہ اختیار کرے، جس کا دل چاہے کفر پر رہے۔ اللہ نے کافروں کے لئے آگ اور مومنوں کے لئے جنت کے باغات تیار کر رکھے ہیں۔

سورہ الزخرف آیت ۴۴ میں نبی ﷺ کو خاص طور پر مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ حقیقت میں یہ کتاب تمہارے لئے اور تمہاری قوم کیلئے ایک بہت بڑا شرف ہے یعنی یہ قرآن کریم نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی قوم کے لئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے اس سے بڑھ کر عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اور ساری دنیا کی نجات اور فلاح کا ابدی دستور العمل ان کی زبان میں اترا اور وہ اس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ پس اگر عقل ہوتی تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرتے اور قرآن جو ان سب کے لئے بیش بہا نصیحت نامہ ہے، اس کی ہدایت پر چل کر سب سے پہلے دنیوی اور اخروی سعادتوں کے مستحق ہوتے۔ اسی لئے آگے چل کر ان سے پوچھ ہوگی کہ اس نعمت کی تم نے کیا قدر کی تھی اور اس فضل و شرف کا تم نے کیا شکر ادا کیا تھا۔ اُس وقت وہ سخت حسرت محسوس کریں گے اور کہیں گے ''اے کاش ہم نے اپنے سچے رسول ﷺ کی بات سنی ہوتی یا عقل سے کام لیا ہوتا تو آج ہم اس نارِ جہنم میں نہ جل رہے ہوتے۔'' (آیت ۱۰ سورہ الملک)

سورۃ الحشر آیت ۲۱، میں فرمایا گیا کہ یہ قرآن اگر کسی پہاڑ پر بھی اتارا جاتا تو تم دیکھتے

Marfat.com

کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔ یہ مثالیں لوگوں کے سامنے اس لئے بیان کی گئی ہیں کہ وہ غور کریں۔ اللہ تعالیٰ یہاں بطور مقام حسرت وافسوس بندوں کو بتا رہا ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا کچھ اثر نہ ہوا حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور خوف سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ خود اس قرآن کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ بڑا ہی عمدہ کلام ہے بلکہ ایسی کتاب ہے جو باہم ملتی جلتی آیات پر مشتمل ہے جو بار بار دہرائی گئی ہیں جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعے سے ہدایت کرتا ہے اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔ باہم ملتی جلتی اور بار بار دہرائی جانے والی آیات کا یہاں اس لئے بھی ذکر ہے کہ آدمی کے دل میں حق کی بات پکی طرح بیٹھ جائے اور ذکر کثیر والی کیفیت سے نفع کثیر پہنچے۔ اللہ پاک کو وہ عمل زیادہ محبوب ہے جو تواتر کے ساتھ ہو۔ اسی لئے نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی سات آیتیں بار بار پڑھی جاتی ہیں کہ اس سورۃ میں اللہ کی حمد بدرجہ کمال ہے۔ سبعہ مثانی ان کا دوسرا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ النحل کی آیت ۹۸ میں فرماتا ہے کہ جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اسے ان لوگوں پر تسلط حاصل نہیں ہوتا جو ایمان لاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

سورہ المزمل آیت ۲۰ میں ارشاد ہے کہ جتنا قرآن با آسانی پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو۔ زکواۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دیتے رہو۔ اس کا اجر بہت بڑا ہے۔ اللہ سے مغفرت مانگتے رہو۔ بے شک اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔

آسانی سے پڑھی جانے کی ہدایت یا رخصت کمزوروں کے لئے استطاعت کے مطابق اور تہجد کے نوافل کے حوالے سے ہے اور اونچے درجے کے لوگ ایک تہائی، آدھی رات یا دو تہائی رات اللہ کے حضور کھڑے رہتے ہیں جبکہ عام کمزور درجے کے لوگوں کو رخصت ہے کہ آسانی سے جتنا وقت کھڑے ہو کر قرأت کر سکتے ہیں کریں۔

Marfat.com

سورہ بنی اسرائیل آیت ۴۵۔۴۶ میں ارشاد ہے کہ جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور ان کے دلوں پر ایسا غلاف چڑھا دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں۔

قرآن پاک بہت بڑی نعمت ہے پس جن کو آخرت کی اور اپنے انجام کی فکر نہیں ان کو اس نعمت کا کچھ فائدہ نہیں کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو تہ خانے میں بند کرلیا ہے آفتاب کی روشنی اور حرارت ان کو کہاں سے ملے گی۔ اللہ نے دلوں پر غلاف چڑھانے اور کانوں میں گرانی پیدا کرنے کی نسبت اپنی طرف اس لئے کی ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اگر چہ یہ سب کافروں کے عدم ایمان اور عدم توجہ کی وجہ سے ہے۔

قرآن میں دو طرح کی آیات ہیں۔ ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو اپنی مرضی کے معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ بخلاف اسکے علم میں پختہ کار لوگ کہتے ہیں یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں۔ صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔ (سورہ آلِ عمران آیت ۷)

آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کیلئے تو راہ نما اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور ان کے حق میں نابینائی ہے (دیکھیں سورہ حٰم السجدہ آیت ۴۴)

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اس کی کتاب پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ اس لئے بندوں سے شکایت ہے کہ کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں ذلیل ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید ترین عذاب میں مبتلا ہوں (سورہ البقرہ آیت نمبر ۸۵)۔ یہ آیت اہل کتاب یہود سے متعلق ہے جو عملی تضاد کا ارتکاب کر رہے تھے کہ ایک طرف تو اپنے ہاں کے بعض لوگوں کو وطن سے نکال دیتے تھے اور بعض دوسروں پر چڑھائی کرتے تھے حالانکہ ان دونوں باتوں سے ان کو منع کیا گیا تھا۔ لیکن دوسری طرف جب ان کے کچھ افرادِ ملت قید ہو جاتے تو ان کو فدیہ دے کر چھڑانے کا ثواب اٹھاتے۔ اسی پر کہا

Marfat.com

گیا کہ ایک حکم کو مانتے ہو اور دوسرے کے خلاف کرتے ہو۔ مقصد یہ کہ ملتِ اسلامیہ کے لوگ اس طرح کے عملی تضاد کا ارتکاب ہرگز نہ کریں۔

قرآن پاک نے خود اپنی صداقت کا اور منزل من اللہ ہونے کا یہ کہہ کر ثبوت دیا ہے کہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا، تو اس میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا۔ (سورۃ النساء آیت ۸۲)

اللہ نے ایک یہ چیلنج بھی دیا ہے کہ اگر لوگ اس امر میں شک کرتے ہیں کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر اتاری ہے ہماری طرف سے ہے بھی یا نہیں، تو اچھا اگر ایسا شک کرتے ہو تو اس کے مانند ایک ہی سورۃ بنا لاؤ اور چاہے جتنے مددگار بھی بلا لاؤ تم سب مل کر ایسی ایک بھی سورت ہرگز تصنیف نہ کر سکو گے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۳۔۲۴) یہ قرآن کا ایک دائمی چیلنج ہے۔

Marfat.com

باب دوم

اعتقادات

اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر کے کوئی شخص کفر چھوڑ کر اسلام کو بطور دین اختیار کرنا چاہتا ہے، تو اس کو فقط طہارت کا غسل کر کے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا ہوتا ہے، اس کا معنی اس کو سمجھایا جاتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی الہٰ یعنی بندگی کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول یعنی اللہ کے پیغام اور احکام اللہ کے بندوں کو پہنچانے والے ہیں۔ اس سے وہ شخص اسلام کے ماننے والوں یعنی مسلمانوں کی جماعت کا ایک فرد بن جاتا ہے اور آئینی طور پر وہ تمام مسلمانوں کے برابر ہو جاتا ہے، حقوق اور رعایات جو کسی مسلمان کو مسلم امت کے فرد کی حیثیت سے مل سکتی ہیں، وہ بھی ان کا مستحق ہو جاتا ہے۔

ایمان اس سے آگے کی منزل ہے۔ اس میں سب سے پہلے کچھ باتیں دل سے مان کر زبان سے اقرار کرنا اور پھر ساری عمر اعمالِ صالحہ سے اپنے ایمان کو تقویت دینا ہوتا ہے۔ اعمالِ صالح اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ نے بتائے ہیں بلکہ ان پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کر کے بتایا ہے۔ وہ باتیں جن کا ماننا شرط ایمان ہے ان کو عقیدہ یا اعتقادات کہتے ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے:-

۱۔ توحید یعنی اللہ پر ایمان لانا جو اکیلا ہے، جس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں نہ اختیارات میں۔

۲۔ اللہ کے فرشتوں پر ایمان لانا۔ یہ اللہ کی مخفی نوری مخلوق ہے جو اللہ کے تکوینی احکام کے نفاذ میں لگی رہتی ہے۔ یہ سب سچے ہیں اور اللہ کے احکام کو بجا لانے والے ہیں۔ کبھی نافرمانی نہیں کرتے۔ کھانے، پینے، سونے، اونگھنے، بیوی بچے رکھنے سے آزاد ہیں۔ محض اللہ کے ذکر میں اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ سب سے افضل فرشتہ جبرائیل ہیں جن کے ذریعے اللہ نے اپنے احکام اور پیغام اپنے رسولوں کو بندوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمائے۔

نوٹ: اس کے علاوہ ایک اور مخفی مخلوق ہے ناری، یعنی جن۔ مگر یہ مخلوق بھی بنی آدم کی

Marfat.com

طرح مکلّف ہے ان میں بھی کافر جن ہیں اور مسلم جن ہیں اور ان سب کا بھی انصاف کے دن محاسبہ ہوگا۔

۳۔ اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا یعنی جو کتابیں اللہ نے جبرائیل کے ذریعے اپنے رسولوں کو ان کی امتوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمائیں ان کو سچا ماننا۔ سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے جو گذشتہ تمام الہامی کتابوں کے احکام کو آخری شکل میں لئے ہوئے ہے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے قیامت تک نورِ ہدایت کا درجہ رکھتی ہے اور یہ وہ کتاب ہے جو آخری رسول محمد ﷺ پر نازل ہوئی اور جس کی حفاظت کا خود اللہ نے ذمہ لے رکھا ہے اور واقعی سوا چودہ سو سال سے یہ اپنی اصل حالت میں موجود ہے، ہر ملک میں بندوں کی ہدایت کے لئے دستیاب ہے۔ ہر قوم کی زبان میں اس کے مستند تراجم بھی موجود ہیں اور لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے سینوں میں بھی محفوظ ہے اور قیامت تک اصل حالت میں موجود رہے گی کیونکہ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔ اس معجزاتی حالت کو تمام لوگ مانتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کیونکہ ایسا مقام دنیا کی کسی اور کتاب کو ہرگز حاصل نہیں۔

۴۔ اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔ آدمؑ سے لے کر آخری رسول محمد مصطفےٰ ﷺ تک سب رسولوں کو اللہ کے سچے پیغام بر ماننا جو آفرینشِ آدم سے لے کر مختلف ادوار میں مختلف قوموں کی ہدایت کے لئے آئے اور آخر میں جب نسلِ انسانی کامل شعور کو پہنچ گئی تو نورِ ہدایت کا بھی آخری نسخہ قرآن مجید نبی آخرالزمان محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ ہدایت کا نسخہ کسی ایک قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام نوع انسانی کے لئے نازل ہوا۔ جن بھی اسی آخری پیغمبر اور آخری آسمانی کتاب کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کے مکلّف ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کتاب کے تمام احکام پر عمل کر کے اپنے اصحاب کو دکھایا اور آخری خطبہ حجۃ الوداع میں سب کو حکم دیا کہ اللہ کے احکام، اللہ کی باتیں جو انہوں نے مجھ سے سیکھی ہیں وہ ساری دنیا میں پھیل کر سب لوگوں کو بتاؤ، سکھاؤ۔ چنانچہ یہ فریضہ آپ ﷺ کے مخاطب اصحاب رضوان اللہ علیہم نے کماحقہ، ادا کیا اور آج سارے جہان والے اس کی گواہی دے رہے ہیں۔۔۔ اللّٰھم صلِ علیٰ محمدٍ وعلیٰ اله و اصحابه و بارک وسلم۝

۵۔ خیر اور شر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے پر ایمان لانا۔ یعنی جو اچھائی نصیب ہو اس

Marfat.com

پر بندہ اترائے نہ، اور جو مصیبت اور ناگوار بات پیش آئے تو کڑھتا نہ رہے کیونکہ مالک اللہ ہے وہ اپنی حکمت سے بندے کے احوال میں تبدیلی لاتا رہتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ نے پہلے سے لکھ رکھا ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے آسان ہے۔ پھر اس لکھی تقدیر کو بوجوہ بدلنے کا بھی اس کو اختیار ہے کیونکہ ام الکتاب یعنی ماسٹر پلان بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

۶۔ مرنے کے بعد زندہ ہو کر اللہ کے سامنے حساب دہی یعنی یوم حساب کا ماننا۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بندے کو جو اختیارات دیئے گئے ہیں وہ محض کھیل تماشہ نہیں بلکہ اس کا امتحان لینا مقصود ہے کہ اس نے ان اختیارات کو کیسے استعمال کیا۔ اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرتا رہا یا اپنے مالک اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھ کر اچھے کاموں میں اس نے زندگی گزاری۔ اس امتحان کی خاطر اللہ پاک نے جو بندوں کو پہلے کچھ نہ ہونے کے بعد پیدا کر کے دنیا میں بھیجا تو پھر مقررہ مدت کے بعد موت کی نیند سلا کر اور حساب یعنی قیامت کے دن ان کو پھر زندہ کر کے پوچھ کچھ کرنا بھی ضروری تھا۔ اس کے بعد فیصلہ کرنا، بدوں کو دوزخ کے اذیت ناک قید خانے میں بند کرنا اور نیکوں کو جنت کے نعمت بھرے باغوں میں بھیج کر ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دینا بھی ضروری تھا۔ اس لئے انصاف کے دن کے لئے بندوں کو دوبارہ زندہ ہو کر اٹھائے جانے پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اس ایمان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ بندہ دنیا میں اپنے اعمال کا زاویہ درست رکھے گا۔ اللہ کے حضور پیش ہونے کا خوف اس کو برے اعمال سے ضرور روکے گا۔

نوٹ: ان بنیادی عقیدوں کے بعد اور بہت سے ذیلی عقائد ہیں، جن کا آگے تفصیلی ذکر ہے۔

ذیلی عقیدے:

۱۔ یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ تم کو خوف، خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے''۔ انہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایت ہوگی اور ایسے ہی لوگ ہدایت یافتہ یعنی راست رو ہوں گے۔ (سورہ البقرۃ ۱۵۶ تا ۱۵۷)

Marfat.com

۲۔ یہ ماننا کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا، نہ کوئی جن نہ مشرکوں کا کوئی اور جھوٹا بے اختیار معبود۔ (سورہ النحل، آیت ۵۶، سورہ سبا آیت ۱۴)

۳۔ یہ ماننا کہ تمہارا دین اسلام مکمل دین ہے اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایسے دین کو اختیار کرنے کی راہ دکھائی اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول پسند فرمایا۔ یہ اس لئے بتایا گیا ہے کہ بندے کا ایمان اور عقیدہ پختہ ہو جائے اور اپنے اس دین کے مقابلے میں کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ کسی قسم کا تذبذب اس کے دل میں کبھی پیدا نہ ہو۔ (سورہ المائدہ:۳ سورہ الحجرات:۱۷)

۴۔ یہ ماننا کہ صفت تخلیق میں اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے جس کو چاہے بیٹے دیتا ہے۔ جس کو چاہے بیٹے اور بیٹیاں ملا جلا کر دیتا ہے اور جس کو چاہے بے اولاد چھوڑ دے اور وہ علم والا بھی ہے اور قدرت والا بھی ہے۔ (سورہ الشوریٰ آیت ۵۰) یعنی جانتا ہے کس کو کیا دینا ہے کیوں دینا ہے اور قدرت والا ہے کہ دینا چاہے تو کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا، نہ دینا چاہے تو کوئی اس کو مجبور نہیں کر سکتا۔

۵۔ یہ ماننا کہ اللہ کسی قوم کی حالت (خوش حالی یا بد حالی) کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ (سورہ الرعد آیت ۱۱)۔ اس میں اچھی بری دونوں حالتوں میں تبدیلی کو بندوں کی اپنے اعمال کی تبدیلی سے منسلک کیا گیا ہے۔

نوٹ:۔ یہ اشارہ ہے کہ اچھے حالات کو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے کھو نہ بیٹھو کیونکہ بد اعمالیوں کے باعث اللہ اپنی نعمت چھین لیتا ہے۔ برے حالات کی تبدیلی کا انحصار بھی اچھے اعمال پر ہے۔

۶۔ یہ ماننا کہ جسے اللہ ذلیل وخوار کر دے اسے پھر کوئی عزت دینے والا نہیں۔ وہ مختار کل ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (سورہ الحج آیت ۱۸)

۷۔ نیز یہ ماننا کہ زمین اور آسمان کے تمام خزانے اللہ کی ملک ہیں، جس کو چاہے کھلا رزق دیتا ہے جس کو چاہے نپا تلا دیتا ہے اور اگر وہ سب کو نہایت کھلا رزق دے دے تو وہ زمین میں بغاوت اور فساد پھیلا دیں۔ اس لئے وہ اپنی حکمت سے بندوں میں رزق تقسیم کرتا ہے اور وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے یعنی کس کو کتنا دینا ہے اور کیوں دینا ہے۔

۱۵۸۲۳۹
Marfat.com

(سورہ المنافقون آیت ۷، سورہ الروم آیت ۳۷، سورہ الشوریٰ آیت ۲۷)

عزت بھی ساری کی ساری اللہ کی ہے، اس کے رسول ﷺ کی ہے اور مومنوں کے لئے ہے (بقدر ایمان) مگر منافق بد بخت نہیں جانتے۔ (سورہ المنافقون آیت ۸)

۸۔ ''جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے اور عملاً وہ نیک ہو۔ اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا۔ بندے کا عقیدہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ اللہ ہی اس کے بھروسے کا سہارا ہے۔ (سورہ لقمان آیت ۲۶)

۹۔ یہ ماننا کہ اللہ سینوں کے راز تک جانتا ہے اس سے کچھ چھپایا نہیں جا سکتا۔

(سورہ فاطر آیت ۳۸)

۱۰۔ اور یہ کہ اللہ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے۔ اور وہ راز تک جانتا ہے جو لوگوں نے سینوں میں چھپا رکھے ہیں۔ (سورہ المومن آیت ۱۹)

کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مد مقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں، ایسی محبت ان سے کرتے ہیں جیسی اللہ کے ساتھ محبت ہونی چاہیے جبکہ ایمان والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرنے والے ہیں اور اس لحاظ سے اللہ محبوب ہے اور ایمان والے اس کے مُحِب۔۔۔ پس مُحِب محبوب کی رضا نہیں چاہے گا تو پھر مُحِب کیسا! بقول شاعر

ع۔ مومن ار عاشق نشد، کافر شود۔ یعنی مومن کا ایمان عشق اور محبت کے بغیر ناقص ہے اس لئے عارفین کے نزدیک وہ مومن کم ہے کافر زیادہ۔

''مگر اب ایسے روایتی عاشق بھی کہاں جو روئے جاناں کے سوا کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اب تو بیوفا معشوقوں کی طرح عشاق کی آنکھیں بھی ادھر ادھر پھرتی رہتی ہیں اور ہر آن طبیعت بدلتی رہتی ہے ایک آنکھ میں دس معشوق بستے نظر آتے ہیں۔ یہی حال ہماری بندگی کا ہے گو زبان پر ایک خدائے واحد ہے لیکن عملاً ہر خواہش ایک خدا ہے جس کے لئے جان و دل قربان ہوتے رہتے ہیں۔'' (عارف باللہ خواجہ محمد عمر بیربلوی)

۱۱۔ یہ ماننا کہ جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے وہ کافر ہیں۔ حالانکہ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ عیسائیوں کے عقیدے کے رد میں ہے۔ وہ اللہ، عیسیٰ اور مریم تینوں کو خدا مانتے ہیں اور اللہ کو ان میں کا ایک ماننا قطعی غلط اور غیر منطقی ہے۔ (سورہ المائدہ آیت ۷۳)

Marfat.com

۱۲۔ یہ ماننا کہ شرک کرنے والے کی آخرت میں کبھی بخشش نہیں ہوگی، اسکے سوا اور سب کچھ معاف ہوسکتا ہے جسے اللہ معاف کرنا چاہے۔ (لیکن اگر شرک کے جرم سے پاک ہو اور دوسرے گناہ کبیرہ وغیرہ میں ملوث رہا ہو تو پکڑے جانے کا اندیشہ بھی موجود ہے) جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ اپنی گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ پس اس کی بخشش محال ہے۔ اگر وہ شرک سے توبہ کیے بغیر مر گیا۔ جبکہ شرک کے علاوہ جو گناہ کیے ہوں جو خطائیں سرزد ہوئی ہوں ان کی معافی ممکن ہے ضروری شرائط پوری کرنے پر۔ یعنی نادم ہو کر زندگی میں سچے دل سے شرک و گناہ سے توبہ کرے، آئندہ کو ایسے گناہوں کا ارتکاب نہ کرے، پہلے گناہوں میں جو بندوں کے حقوق دبائے ہیں ان کو وہ ادا کرے، جو کسی کو گالی دی تھی یا مارا پیٹا تھا اس سے معاف کرائے، چاہے اسے راضی کرنے کے لئے فدیہ دینا پڑے تو وہ شخص اس جہان سے پاک صاف جائے گا۔ (سورہ النساء آیت ۱۱۴)

شرک کی نفی کے حوالے سے نبی ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت معاذؓ کو اپنی طرف پوری طرح متوجہ کر کے فرمایا۔ ''اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے'' معاذؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندے صرف اللہ کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہ کریں۔ پھر آپ ﷺ نے معاذؓ سے کہا۔ اے معاذؓ! کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے۔ معاذؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کا حق یہ ہے کہ جو اللہ ہی کی بندگی کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں تو اللہ ان کو جنت میں داخل فرمائے۔ اس گفتگو سے اندازہ لگائیں کہ شرک سے بچنے کی کتنی تاکید کی گئی اور شرک سے بچنے والے کے لئے کتنا بڑا انعام ہے۔

ایمان کی ایک اور نشانی نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ ایمان، خوف اور امید کے بین بین ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آیت ۱۶۵ سورہ البقرہ میں ارشاد فرماتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ کے ساتھ ہونی چاہیے حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ ان سچے بندوں کے بارے اللہ کا یہ فرمانا کہ وہ مجھ سے اشد محبت رکھنے والے ہیں اس معنی میں ہے کہ ان پر ایمان لانے کے بعد کیسی ہی کڑی آزمائش آئے، وہ ثابت قدمی دکھاتے ہوئے اپنا عہد

Marfat.com

نبھاتے ہیں چاہے جان کا نذرانہ دینا پڑے۔ پس عہد کے پکے اور قول وقرار کے سچے بندوں کو ان کے سچ پر جمے رہنے کا اللہ احسن بدلہ دے گا اور بد عہد دغا باز منافقوں کو چاہے سزا دے چاہے توبہ کی توفیق دے کر معاف فرما دے۔

اس کے برعکس جھوٹے پجاریوں کی محبت بھی ناقص ہوتی ہے وہ مصیبت کے وقت بتوں سے مایوس ہو کر ان کو برا بھلا کہنے سے بھی باز نہیں آتے۔ (سورہ الاحزاب آیات ۲۴_۲۲)

اسی طرح سچا مومن اللہ سے ڈرتا بھی بہت ہے کیونکہ اللہ اس کا محبوب ہے اور محبوب کا حکم ٹال کر وہ اس کی ناراضگی ہرگز مول نہیں لیتا۔ وہ تو اللہ کے سامنے پیش ہونے کے تصور سے ڈرتا رہتا ہے اور اسی وجہ سے اللہ کی رضا کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتا۔ پھر اس کو انعام میں جنت کا ٹھکانہ نصیب ہوگا (آیت ۴۱ سورہ النزٰعت)

اوپر بیان کردہ ایمان کی بیشمار نشانیوں کے بعد ایک نہایت واضح نشانی کا ذکر کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے۔ سورہ البقرہ کے سولہویں رکوع میں اللہ پاک نے سابقہ شریعتوں کے حامل یہود ونصاریٰ کو حکم دیا ہے کہ فقط ابراہیم کی راہ اختیار کرو جو یکسو تھا یعنی اللہ واحد کا بندہ تھا اور شرک کرنے والوں میں نہ تھا۔ پھر ایمان کی ایک پکی نشانی کے طور پر فرمایا کہ اگر یہ لوگ اس طرح ایمان لے آئیں جیسے حضور ﷺ کے اصحاب ایمان لائے ہیں تو وہ سب ہدایت پا جائیں گے۔ پس اصحابِ رسول ﷺ کا ایمان کسوٹی ہے۔

Marfat.com

باب سوم

عبادات

عبادت کا مادہ عبد ہے۔عبد کا معنی بندگی اختیار کرنا یا غلامی اختیار کرنا یا بندہ ہونا (کسی آقا کا) یا غلام ہونا (کسی آقا کا)۔ یہ لفظ قرآن پاک میں دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً اللہ پاک نے سورہ بنی اسرائیل میں اپنے پیارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنا بندہ کہہ کر اعلان فرمایا کہ ہم اپنے اس مقرب ترین بندے کو صرف ایک رات کے محدود حصے میں حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گئے تا کہ اسے اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلائیں۔ اسی طرح سورہ صٓ میں اللہ پاک نے سلیمان علیہ السلام کا اور ایوب علیہ السلام کا ذکر اپنے عبد بلکہ نعم العبد سے کیا۔ اور سورہ الزخرف میں عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی انعام یافتہ عبد سے کیا۔ یہ لفظ قرآن پاک میں فعل کے طور پر بھی کئی سورتوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورہ الکفرون میں نبی ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان کرایا گیا۔ کہ کافرو! میں اس کی بندگی، غلامی اور پوجا نہیں کرتا جس کی تم کرتے ہو اور نہ تم ہی اس ایک اللہ کی بندگی کرتے ہو، جس کی میں کرتا ہوں۔ تمہاری اپنی راہ ہے، اپنا دین ہے۔ میری اپنی سیدھی راہ ہے، اپنا سچا دین ہے۔۔۔

اسی طرح سورہ الذاریٰت میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ بندگی سے مراد یہاں ایسی بندگی جو عرفاً ایک غلام اپنے زمینی آقا کی کرتا ہے اس کے حکموں کی ہر حالت میں تعمیل کرتا ہے۔ ذرہ سا تامل نہیں کر سکتا۔ مالک اس کو جس وقت جو حکم دے بجالاتا ہے۔ انکار کر ہی نہیں سکتا۔ حکم عدولی کی صورت میں یہ دنیاوی مالک اسے مار پیٹ سکتا ہے۔ ہر طرح کی سزا دے سکتا ہے، یہاں تک کہ اسے قتل بھی کر دے تو اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔ اس زمینی یا دنیاوی آقا کا بندہ ایک اعتبار سے اس کے لئے ایک منافع بخش عنصر کی حیثیت بھی رکھتا ہے کہ وہ مالک کے عمومی احکام بھی مانتا ہے اور آقا اس سے محنت مزدوری کرا کے اجرت بھی حاصل کرتا ہے۔ اس طرح وہ گویا اپنے مالک آقا کو کما کر کھلانے والا بھی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بھی جو اپنے بندوں کا نہ صرف آقا اور معبود ہے بلکہ خالق مالک اور رب ہے

Marfat.com

یعنی اُن کی تمام ضرورتوں کا مہیا کرنے والا ہے۔ وہ بھی بندوں سے اپنے تمام احکام کی تعمیل چاہتا ہے۔ مگر وہ اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ نہ وہ ظالم ہے کہ بندے سے ذرا حکم عدولی ہوئی تو اس کو فوراً سزا دے دے یا سنگین غلطی پر جان سے مار ڈالے، البتہ وہ ایک غلطی کو معاف نہیں کرتا کہ اس کی الوہیت میں، اس کی ذات میں، اس کے اختیارات میں کسی اور کو شریک کیا جائے۔ باقی تمام گناہ اور خطائیں جو بندے سے بشری کمزوری کے باعث یا جہالت کی وجہ سے سرزد ہوں ان کو اپنی رحمت سے معاف کر دیتا ہے اس لئے کہ وہ ہے ہی معاف کرنے والا مہربان الغفور الرحیم۔ (سورہ الزمر آیت ۵۳)

معاف کرنے کے لئے البتہ شرط یہ ہے کہ بندہ نادم ہو کر توبہ کرے اور آئندہ ایسا گناہ کرنے سے باز رہنے کا پکا عہد کرے اور اگر کسی دوسرے بندے کا اس نے حق مارا ہے تو وہ اس کو ادا کرے یا اس سے معاف کروائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسا بھی نہیں کہ بندوں سے کہے کہ مجھے کما کر کھلاؤ۔ اوّل تو اللہ کی ذات کھانے کی محتاج نہیں وہ ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے وہ بندوں سے اپنی روزی کیا طلب کرتا وہ تو خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہے۔ بھلا اس جیسے زور آور اور قادر و توانا کو بندوں کی خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ بندگی کا حکم تو صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ بندے اللہ کی شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قولاً فعلاً اعتراف کر کے اس کے خصوصی الطاف و مراحم کے مورد و مستحق بنیں۔ بقول مولانا رومی۔

ع من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

(یعنی میں نے بندوں کو اپنے کسی فائدے کے لئے خلق نہیں کیا بلکہ ان پر اپنے کرم کی بارش کرنے کے لئے خلق کیا ہے۔)

پس اللہ کی کرم گستری کے باوجود اگر گنہگار بندے اپنے گناہوں پر نادم نہیں ہوتے اصرار کرتے رہتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو انصاف کے دن کے بڑے عذاب سے پہلے ادنیٰ عذابوں یعنی قحط، قتل، مال اولاد وغیرہ کی تباہی۔ بیماری، لاچاری، عمومی ذلت خواری وغیرہ سے ان کو ذرا جھنجھوڑتا ہے کہ جسے رجوع کی توفیق ہو وہ ڈر کر خدا کی طرف رجوع ہو جائے۔ پس یوں سمجھانے سے بھی جو غرور کی وجہ سے منہ موڑے رکھے تو اتنے بڑے ظالموں سے اللہ ضرور انتقام

Marfat.com

لینے والے ہیں (سورہ السجدہ آیت ۲۲)۔ دنیاوی عذاب غرور کرنے والے کے ساتھ، ماں باپ کے نافرمان کو بھی یہیں دے کر اسے اگلے جہان طلب کیا جاتا ہے۔

انسان جو جسم اور روح کا مرکب ہے اس کی روح کی غذا کے لئے پیغمبر بھیجے، کتابیں بھیجیں، خود انسان کی فطرت میں نیکی بدی کا الہام کیا، عقل دی، اختیار دیا، پھر بھی جو احسان نہ مانے، قدر نہ کرے تو پھر ان کے گناہوں کا ڈول بھی جب بھر چکے گا جیسے ان کے اور ساتھیوں کا ڈول بھرا تو جیسے دوسرے کافروں کو خدائی عذاب کا حصہ پہنچا، ان کو بھی پہنچ کر رہے گا۔ لیکن بندے کی تخلیق جو اللہ نے صرف اپنی بندگی کے لئے کی ہے کہ بندہ زندگی کے تمام شعبوں میں جب اللہ کے احکام کی، نبی ﷺ کی سنت کی روشنی میں خوشدلی سے اطاعت بجالائے گا تو پھر اس کی ساری زندگی عبادت الٰہی میں شمار ہوگی۔ اس کا بیٹھنا اٹھنا، اس کا جاگنا سونا، اس کا چلنا پھرنا، اس کا کھانا پینا، سب عبادت الٰہی میں شمار ہوگا۔ اصل بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار خلوص نیت پر ہے اگر عبادت صرف اللہ کی رضا کے لیے کی جائے تو اللہ تعالیٰ اجر دیں گے اور اگر شہرت یا دکھلاوے کے لیے کی جائے گی تو اللہ کے یہاں کوئی اجر نہ ہوگا۔

اس تمہیدی تشریح کے بعد یہ سمجھ لینا کہ محض نماز وروزہ کی ادائیگی سے بندہ اللہ کی بندگی کا حق ادا کر دیتا ہے صحیح نہیں۔ اگر واقعی بندگی کی حد یہی ہوتی تو کھانے پینے، رہنے سہنے کے سامان کون کرتا حالانکہ انسان کے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اور ''قیام عدل'' جو سورہ الحدید آیت ۲۵ کے مطابق تمام رسولوں کی بعثت کا اصل مقصد ہے اس کی ذمہ داری کون اٹھاتا، اس کے علاوہ سورۃ النور آیت ۴۱ میں صاف ارشاد ہے کہ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (یعنی تمام جانور اور پرندے اپنی صلاۃ اور تسبیح جانتے ہیں) تو کیا جانوروں اور پرندوں کو کسی نے دیکھا ہے کہ ہماری طرح رکوع وسجود والی نماز ادا کر رہے ہوں، لازمی یہ کہنا پڑے گا کہ نہیں۔ تو پھر سوچنا چاہیے کہ کون سی نماز ہے جو وہ ادا کرتے ہیں۔ ہم تو انہیں اپنی فطرت کے مطابق کھاتے چرتے دیکھتے ہیں۔ ہاں وہ کام بھی اپنے ادا کرتے ہیں جن کے لئے ان کی فطرت تیار کی گئی، مثلاً گھوڑا سواری کے، گدھا بار برداری کے، گائے دودھ دینے کے، بیل ہل چلانے کے، گدھ مردار گوشت نوچنے کے اور مکھی ناپاک چیز کھانے اور چاٹنے کے کام ادا کرتی ہے۔ اسی طرح انسان کی صلاۃ یہ ہے کہ اپنے فرائضِ مفوضہ ادا کرے۔ اس کے فرائض ایسے ہیں جیسے کوئی جوان رسالہ کی فوج میں ہو کہ ایک تو وہ پریڈ کا فریضہ ادا

Marfat.com

کرے، دوسرے وہ نوکری ادا کرے جو اس کے ذمے لگائی گئی ہو جیسے کہ پہرہ دینا، دفتر، خزانہ، حساب کتاب کا کام، راشن، گولہ بارود کی حفاظت، گولہ نشانے پر پھینکنے کی مشق، نعل بندی، بیطاری، ڈاکٹری، غرض عام پریڈ کے سوا ہر ایک کی الگ الگ نوکری بھی ہے۔ اسی طرح بندۂ مومن کے لئے عام پریڈ (صلاۃ، صوم، حج اور تقویٰ وغیرہ) ہے لیکن خاص نوکری یا پیشہ مثلاً کاشت کاری کرے، حکیم بنے، معلّم ہو، تجارت اور صنعت میں رہے، روحانی معالج ہو کر اصلاحِ معاشرہ کا کام کرے، لیکن سب سے اہم فرض یعنی ''قیامِ عدل'' (جیسا کہ فوج کے لئے لڑنا ہے) کے لئے جب بلایا جائے تو جو خدمات امیر اس کے لئے مقرر فرمائے اپنے لئے وہ بھی فرض سمجھے تا کہ نظامِ عدل قائم ہو اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے دریغ نہ کرے۔ یہی معنی ہے سورہ الحدید کی آیت ۲۵ کے آخری حصے کا کہ اللہ نے جو رسولوں کے ساتھ کتابیں اتاریں، میزان اتاری اور لڑائی میں کام آنے والا سخت لوہا پیدا کیا تا کہ اس کے استعمال سے جہاں ضرورت ہو، قیامِ عدل کی ضمانت حاصل کی جائے۔ اللہ نے جو مذکورہ آیت میں لوہے کے استعمال کا اپنی اور اپنے رسولوں کی مدد میں اشارۃً ذکر کیا تو یہ بھی اس معنیٰ میں ہے کہ مومنوں کی لوہے کے ہتھیاروں کی طاقت کے استعمال سے عدل کا قیام درحقیقت اسی کی مدد ہے کیونکہ یہی اللہ کی مشیت ہے اور انسان کی تخلیق کا مقصد یعنی بندگیٔ رب بھی قیامِ عدل کے لئے جان لڑانے کے بغیر پورا نہیں ہوگا۔

نماز و روزہ کی ادائیگی، جس کو عام طور پر اچھا مسلمان ہونے کی علامت سمجھا جاتا ہے اس حوالے سے بھی ہم بہت پیچھے ہیں۔ ہم نماز و روزہ کی ادائیگی محض ظاہری شکل میں گنتی پوری کرنے کو کافی سمجھتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نماز ہو تو پورے خشوع کے ساتھ اور روزہ ہو تو حصول تقویٰ کے لئے ہو، محض بھوک پیاس جھیلنے اور جنسی خواہش سے پرہیز کا نام روزہ نہیں بلکہ تمام حرام کاموں سے اپنے نفس کو روکے رکھنا بھی ضروری ہے۔ رمضان کے مہینے میں بندہ اپنے مالک اللہ پاک کی رضا کے تمام اعمال خوشدلی سے بجالائے اور اس کی ناراضگی سے بچنے کا پورا اہتمام کرے۔ آقا کی رضا حاصل کر کے اپنی مغفرت کرالے۔ اگر ایسا نہیں کر پاتا تو گویا اس کا یہ عمل بھی ناقص ہے۔ نیز رمضان میں قیام اللیل یعنی نماز تراویح، آخری عشرہ میں لیلۃ القدر جس کی ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کا جاگ کر تلاش کرنا اور اللہ کی رحمتوں کا وافر حصہ پانا، روزے داروں کی افطاری کرانا، نفلی صدقات کا اہتمام کرنا، غریبوں مسکینوں کو عید الفطر کی خوشیوں

Marfat.com

میں شریک کرنے کے لئے ان کو فطرانہ ادا کرنا، غرضیکہ زیادہ سے زیادہ بھلائی کے کاموں میں حصہ لینا بھی رمضان کے لوازمات میں سے ہے۔ رمضان کو ایک اعتبار سے ریفرشر کورس کی طرح سمجھنا چاہیے اس طرح کہ رمضان سے پہلے کی مومن کی زندگی سے اس کی رمضان کے بعد والی زندگی زیادہ تقویٰ والی ہو جائے۔ رمضان کے اس کورس کا اگر نتیجہ ایسا نہیں نکلتا تو ظاہر ہے رمضان کی برکات کی ناقدری کی گئی ہے اور روزوں سے سوائے بھوک پیاس کے کچھ خاص نفع نہیں پہنچا۔ یوں سمجھو سوکھی ندی میں ایک بارش کے پانی کا ریلا آیا اور آگے نکل گیا، ندی پھر سوکھی کی سوکھی رہی۔ رمضان عملِ صالح کے ذریعے رحمت کے پانی کا عارضی سا ریلا نہ ہو بلکہ سدا جاری رہنے والا دھارا ہو جو ساری عمر ایمان کی کھیتی کو سینچتا رہے۔ ہمارے روزہ رکھنے کا اہتمام کرنے والے دکاندار پر رمضان شریف میں مہنگائی پیدا کرنے سے نہیں ڈرتے۔ یوں اپنے ساتھی مسلمانوں کے حق پر ڈاکہ ڈال کر اپنے لئے عذاب کما لیتے ہیں۔ غذائی اشیاء بیچنے والے رمضان کے مبارک مہینے کے لئے اور کپڑوں جوتوں کے تاجر عید الفطر کے لئے مہنگائی بڑھانے کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وہ منفی اعمال ہیں جن کے باعث ہمارے کارہائے خیر برباد بھی ہو جاتے ہیں اور دین کی بدنامی کا باعث بھی بنتے ہیں۔

اس کے علاوہ جن صاحبِ ثروت مومنوں پر زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی فرض ہے اور نیز بوقت ضرورت جہاد فی سبیل اللہ فرض ہے، ان کو اپنا مال اور اپنی جان کو بچانا حرام ہے بلکہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خوشدلی سے مال بھی خرچ کرنا چاہیے اور جان بھی لڑانی چاہیے۔

مزید برآں مومن کے لئے اخلاقیات کا ایک ضابطہ ہے اس کی بھی پابندی ضروری ہے اور زندگی کے دیگر معاملات میں اللہ کے احکام کو ملحوظ رکھنا، معاملات اور لین دین وغیرہ میں انصاف اور راست روی کا التزام بھی ضروری ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد مومن کو اخلاق کی بلندیوں تک پہنچانے کے لئے اور اس کو اعلیٰ انسانی صفات سے مزین کرنے کی تعلیم دینا بھی ہے۔ ان اعمال کا آگے آنے والے ابواب میں تفصیل سے ذکر کیا جائیگا۔ اس باب میں البتہ نماز کی اہمیت کی وجہ سے نماز کے بارے میں کچھ ذیلی احکام اور نصائح کا ذکر کیا جاتا ہے۔ نماز کی اہمیت کے بارے میں خود قرآن مجید میں بار بار اقامت صلوٰۃ کا حکم آیا ہے۔ پھر حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے اگرچہ دنیا کی نعمتوں میں آپ کو خوشبو

Marfat.com

اور نیک بیبیاں بھی محبوب تھیں۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ روزِ محشر سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا اور یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مومن اور کافر کے درمیان نماز کا فرق ہے یعنی جو نماز ادا کرتا ہے وہ مومن ہے اور جو نماز ادا نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ جو جان بوجھ کر نماز کی ادائیگی نہیں کرتا یعنی جس طرح حضور ﷺ وقت کی پابندی کے ساتھ قبلہ رو ہو کر نماز ادا کرتے تھے اس طرح نماز ادا کرنے کا منکر ہو اس کا مومنوں میں کیونکر شمار ہوگا۔ نماز کی اہمیت کا تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ پکے منافق بھی اپنے آپ کو مومن ثابت کرنے کے لئے نماز ضرور پڑھتے تھے۔ پس، نماز کی پوری شرائط اور صحت کے ساتھ ادائیگی کے بارے میں جو تاکیدی احکام قرآن پاک میں آئے ہیں، ان کا آنے والے صفحات میں مومن کی ہدایت کے لئے ذکر ہے کہیں تفصیل کے ساتھ اور کہیں قدرے اجمالی طور پر۔

اللہ کا حکم ہے کہ ہر عبادت خاص طور پر نماز ادا کرنے کے لئے پوری زینت کے ساتھ مسجد کو جائیں۔ (سورۃ الاعراف آیت ۳۱)

نوٹ: یہاں زینت سے مراد مکمل لباس ہے، خدا کی عبادت میں کھڑے ہونے کیلئے صرف اتنا کافی نہیں کہ محض اپنا ستر چھپا لے بلکہ حسبِ استطاعت اپنا پورا لباس پہنے جس سے ستر پوشی بھی ہو اور زینت بھی۔ ہر آدمی کسی معزز شخص کو ملنے کے لئے اچھا لباس پہن کر جاتا ہے۔ اللہ کی عبادت میں بھی اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ لباس پہن کر نکلنا چاہیے۔ یہ حکم بعض مشرکین کے اس عمل کو ناپسند کرنے کے حوالے سے نازل ہوا کہ وہ ازراہِ تذلل خانہ کعبہ کا طواف ننگے ہو کر یا مختصر اور گھٹیا لباس میں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اس طرح کی عاجزی اور ذلت والی حالت زیادہ مقبول ہوگی۔

مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کرینگے اور زکوٰۃ دیں گے۔ (سورہ الحج آیت ۴۱)

مومن صادق ہو تو اقتدار پا کر اس طرح نماز کے ذریعے جو عبادت کا اعلیٰ رکن ہے (یعنی حقوق اللہ) اور زکوٰۃ کے ذریعے جو حقوق العباد کی ادائیگی کا اعلیٰ ذریعہ ہے اس نظام کو عملاً نافذ کرتا ہے۔

نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان عاجزی کرنے والے فرماں برداروں کیلئے مشکل

Marfat.com

نہیں جو یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ (سورہ البقرہ آیت ۴۶)

نوٹ: نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندیٔ وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے۔ چونکہ نماز ہر روز پانچ مرتبہ پوری طہارت کے ساتھ اپنے اوقات پر ہر موسم میں ادا کرنی ضروری ہے اس لئے عبادت کے اس رکن کو مشکل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ایسا بھی نہیں کہ یہ عمل انسان کی طاقت سے باہر ہو، خاص طور پر جس کو اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے کا یقین ہو اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ اور اللہ واحد کی الوہیت کے ساتھ ساتھ آخرت کا یقین بھی نہایت ضروری ہے اگر آخرت کا یقین نہ ہو تو پھر ایمان کہاں۔ ارشاد کیا گیا کہ ''اپنی نمازوں کی نگہداشت رکھو۔ خصوصاً صلاۃ الوسطیٰ یعنی عصر کی نماز یا عام نماز جو محاسنِ صلواۃ کی جامع ہو۔ اللہ کے آگے اس طرح کھڑے ہونا چاہیے جیسے فرماں بردار غلام کھڑے ہوتے ہیں۔ بدامنی کی حالت میں پیدل ہو خواہ سوار جس طرح ممکن ہو سکے نماز پڑھ لو مگر جب امن میسر آ جائے تو اللہ کو اس طریقے سے یاد کرو جو اس نے تمہیں سکھا دیا ہے۔ یعنی امن کی حالت میں عام معمول کے مطابق نماز ادا کریں۔ پوری طہارت حاصل کر کے، وقت مقررہ پر، قبلہ رو ہو کر، حضر میں پوری نماز اور سفر کی حالت میں قصر کر کے اور کامل خشوع و خضوع کے ساتھ یوں کہ اللہ کی یاد ہی اصل مقصدِ نماز ہو۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۳۸_۲۳۹)

منافق نماز کیلئے اٹھتے ہیں تو ہارے جی کے ساتھ کسمساتے ہوئے، محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر اٹھتے ہیں اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ کفر اور ایمان کے درمیان ڈانواں ڈول ہیں، نہ پورے اس طرف نہ پورے اس طرف۔ جسے اللہ نے بھٹکا دیا ہو اس کے لئے تم کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ یہ حال اس منافق کا بتایا ہے جو اوپر سے ایمان لایا ہے مگر دل اس کا ابھی ایمان پر نہیں جما ہے اور یہ اس لئے یہاں بیان کیا گیا ہے کہ کمزور ایمان والے منافق دل سے صداقت کو تسلیم کر کے پکے سچے مومن بن کر اطمینان کی حالت میں آ جائیں، تذبذب کی خسارے والی حالت سے باہر نکل آئیں۔ (سورہ النساء آیات ۱۴۳_۱۴۲)

سورہ البقرہ آیت ۱۵۲ میں مزید فرمایا کہ تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ اور میرا شکر ادا کرو۔ کفرانِ نعمت نہ کرو۔ یہ اللہ کا پیمان بندے کے لئے خوشخبری کا سامان ہے۔ بھلا جس کو اللہ یاد رکھے اس کی ضرورتوں کا دھیان رکھے اس کو پھر کیا غم! (نوٹ یاد کا بہترین طریقہ اللہ کے

Marfat.com

لئے نماز ادا کرنا ہے۔اقِمِ الصّلوٰۃ لذکری یعنی اللہ کا حکم ہے کہ نماز میرے ذکر کے لئے قائم کرو (سورہ طٰہٰ آیت ۱۴)

مومنوں کی صفات کا ذکر اللہ پاک یوں کرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی رضا کیلئے صبر سے کام لیتے ہیں۔نماز قائم کرتے ہیں۔ ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے اعلانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں۔آخران کے لئے خوشخبری ہے کہ آخرت کا گھرانہی لوگوں کے لئے ہے۔(سورہ الرعد آیت ۲۲)

جمعہ کی نماز کی فضیلت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ خاص طور پر سورہ الجمعہ آیت ۹ میں حکم دیتے ہیں ''اے ایمان والو! جب پکارا جائے نماز کیلئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

اسی طرح سورہ المومن آیت ۶۰ میں اللہ پاک فرماتے ہیں'' مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا اور جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

سورہ المومنون کے شروع میں اللہ پاک کا ارشاد ہے''یقیناً فلاح پائی ہے ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔لغویات سے دور رہتے ہیں۔زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔یہی لوگ فردوس کے وارث ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

سورہ بنی اسرائیل آیت ۴۴۔۴۳ میں ہے کہ اللہ کی پاکی تو ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو آسمان اور زمین میں ہیں۔کوئی ایسی چیز نہیں جو اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح نہ کر رہی ہو،مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں ہو۔یہ گویا ذی عقل انسانوں کو عار دلائی جا رہی ہے کہ جبکہ تمام غیر ذوی العقول اشیاء اللہ کی ہمہ وقت تسبیح بیان کر رہی ہوں تو انسانوں پر حیف ہے جو چوبیس گھنٹوں میں پانچ وقت کی نماز فرض اور کچھ اللہ کے نفلی ذکر کے لئے وقت نہ نکال سکیں۔

Marfat.com

کیا لوگ اللہ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کو دیکھتے نہیں کہ کس طرح اسکا سایہ اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں گرتا رہتا ہے۔ سب اس طرح عملاً اظہارِ عجز کر رہے ہیں۔ وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے۔ (سورہ النحل آیت ۴۹)۔ یہ اللہ کے علاوہ ہر ہستی اور ہر چیز کی عاجزی اور درماندگی کا دعویٰ اللہ کی طرف سے ہے جو ناقابل تردید ہے۔ پس بندے بھی اپنے عجز کے اظہار کے لئے اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں۔

سورہ ابراہیم آیت ۷ میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔ یہ خوشخبری بھی ہے شکر کرنے والوں کے لئے اور تنبیہ بھی ہے ناشکروں کے حق میں۔ نماز کی ادائیگی شکر کا پہلو لئے ہوئے ہے اور عدم ادائیگی ناشکری کا۔ اس آیت کو اس حوالے سے دیکھا جائے کہ جو شخص رحمٰن کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں اور وہ اس کا رفیق بن جاتا ہے اور وہ سیدھی راہ یعنی ہدایت کی راہ سے اسے روکتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں ہدایت پر ہی ہوں۔ یہ شیطان کی فریب کاری ہے۔ اس کے چنگل سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ انسان اللہ کے ذکر میں مشغول رہے، اس کے ذکر سے غافل نہ ہو۔ (سورہ الزخرف آیت ۳۶)

سورہ المزمل آیات ۸۔۶ میں اللہ پاک اس حقیقت کا انکشاف فرمارہے ہیں کہ ''رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کیلئے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لئے زیادہ موزوں ہے۔

دن کے اوقات میں تو نبی ﷺ کے لئے بہت مصروفیات تھیں، اس لئے رات کے کچھ حصوں میں آپ ﷺ کو اپنے رب کے نام کا ذکر کرنے کا اور سب سے کٹ کر اسی کا ہو رہنے کا حکم ہے۔ یہ ہدایات اگرچہ براہ راست نبی ﷺ کے لئے ہیں اور اعلان نبوت کے ابتدائی زمانے کی ہیں، جب وحی کا نزول شروع ہوا تھا اور تبلیغ دین کا بھاری فریضہ آپ ﷺ پر عائد ہونے والا تھا اس وقت آپ ﷺ کو رات کے قیام کا حکم ہوا کہ آدھی یا کچھ کم یا کچھ زیادہ رات قیام میں قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں تاکہ آگے جو قرآن کا نزول کثرت سے ہونے والا تھا اس کی سہار پیدا ہو۔ تاہم دیگر مومنوں کو بھی رات جاگ کر تہجد کی نماز میں کھڑے ہو کر حسب استعداد تلاوت قرآن سے قربِ الٰہی حاصل کرنے کی ترغیب ہے۔

سورہ التوبہ آیت ۱۰۸ میں اللہ کا ارشاد ہے کہ اسے پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی

Marfat.com

پسند ہیں۔ یہ آیت منافقوں کی بدنیتی کی بنا پر مسجد بنانے کے حوالے سے ہے اور مومنوں کو انتباہ ہے کہ مسجد بنانا اگر چہ ثواب کا کام ہے لیکن اگر بنانے والوں کی نیت اسلام کے خلاف سازش کے طور پر اس میں ٹھکانہ حاصل کرنا اور مومنوں کو دھوکہ دینا ہو تو یہ عمل نہایت قبیح ہوگا اور ایسی مسجد مسمار کرنے کے لائق ہے۔

سورہ العنکبوت آیت ۴۵ میں اللہ نبی ﷺ کے حوالے سے مومنوں کو حکم دے رہا ہے کہ "تلاوت کرو اس کتاب کی یعنی قرآن کی جو وحی کے ذریعے ان کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے اور نماز قائم کرو یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے"۔ (نوٹ: اس آیت کے نماز والے حصے سے ایک اور بات واضح ہوتی ہے کہ جب کسی شخص کی نماز اس کو فحش اور بے حیائی کے کاموں سے نہیں روکتی تو گویا اس کی نماز ناقص ہے اس کو دھیان سے، توجہ سے، عاجزی اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔)

نماز کے لئے طہارت ضروری ہے اس لئے حکم ہے کہ "جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو۔ سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔ اگر جنابت کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہو یعنی ان سے مباشرت کی ہو پھر غسل کے لئے پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو۔ بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ (سورہ المائدہ آیت ۶)

سورہ النساء آیت ۱۰۱ میں ارشاد ہے کہ جب تم لوگ سفر کیلئے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں اختصار کر دو۔ خصوصاً جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے۔ یہ سفر میں نماز قصر کرنے کا حکم ہے۔ قصر صرف چار فرضوں والی نماز کی ہے یعنی چار کی بجائے دو رکعت فرض ادا کئے جائیں۔

اللہ پاک کچھ ناپختہ ایمان والوں کی مثال بیان کرتے ہیں کہ وہ ایسے ہیں جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتے ہیں اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہو گئے اور جو کوئی مصیبت آ گئی تو الٹا پھر گئے۔ ان کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔ یہ کمزور ایمان والے منافق شخص کی حالت ہے۔ سچے مومنوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ ہر حالت میں اللہ کی خالص بندگی کرو۔ نفع پہنچے تو بھی اور نقصان پہنچے تو بھی۔ اپنا مطلب سامنے نہ رکھو اللہ کی رضا طلب کرو۔ نفع پہنچے تو شکر بھی ادا کرو اور نقصان پہنچے تو صبر کرو اور

Marfat.com

خوشحالی کی امید رکھو۔ (سورہ الحج آیت ۱۱)

سورہ الِ عمران آیت ۱۹۱ میں اللہ فرماتا ہے کہ ان عقل مند لوگوں کے لئے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمانوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ روحانیت کی طرف بلاتے اور ذکر قلبی کی ہدایت فرماتے ہیں۔ یہاں نماز والے ذکر کی طرف اشارہ نہیں۔ (سورہ ال عمران:۱۹۱)
یہ دائمی عبادت کی ایک صورت ہے جو قابل ستائش ہے۔ نماز کی ادائیگی تمام مومن مردوں اور عورتوں پر فرض ہے۔ بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دینا چاہئے اور اگر دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مار کر نماز پڑھائی جائے۔ اور بارہ سال کی عمر کے بچوں پر فرض ہے عورتوں اور بچیوں کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنا چاہیے۔ اس غرض کے لئے انہیں چاہیے کہ گھر کے کسی اندرونی حصے میں نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کر لیں۔ اسی جگہ نماز ادا کرنا ان کے لئے افضل ہے۔

مردوں اور لڑکوں کو حکم ہے کہ قریبی مسجد میں جماعت کے ساتھ مل کر نماز پڑھیں۔ ایسی نماز کا درجہ گھر میں پڑھنے کی نسبت ۲۷ گنا زیادہ فضیلت والا ہے۔ بیماری اور معذوری کی حالت میں، موسم کی خرابی کی وجہ سے یا مسجد میں وقت پر نہ پہنچ سکنے کی صورت میں مرد حضرات اپنے گھروں میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔

حضور ﷺ نے مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی اہمیت کے حوالے سے ایک دفعہ عشاء کے وقت ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ادھر مسجد میں کسی اور کو امامت کے لئے کھڑا کروں اور خود باہر جا کر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو مسجد میں نماز کے لئے نہیں آئے مگر ان کے اہل و عیال کے نقصان کی وجہ سے ایسا نہیں کرتا۔ پھر ایک دفعہ ترغیب کے انداز میں فرمایا کہ مسجد کی طرف نماز کی ادائیگی کے لئے جو مومن چل کر آئے گا اس کو ہر قدم چلنے کا ثواب ملے گا۔ یہ سن کر ایک صحابی نے چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلنا شروع کر دیا کہ جتنے قدم بڑھیں گے اتنا زیادہ ثواب ملے گا۔

ایک اور ترغیب یہ کہہ کر دلائی کہ جو شخص اندھیرے کے اوقات کی نمازیں (عشاء اور فجر کی نمازیں) مسجد میں پہنچ کر ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو روشن کر دے گا اور اس کو کوئی

Marfat.com

وحشت محسوس نہ ہوگی۔ نیز یہ بات بھی ہے کہ مسجد کی طرف آتے جاتے جتنے مومن بھائیوں کو السلام علیکم کہہ کر دعاء دے گا اسی قدر اس کو بھی سلامتی کی دعائیں ملیں گی اور سلام میں پہل کرنے والے کو ہر ہر پہل پر دس دس نیکیاں بھی ملیں گی۔ سو ایسی فضیلتیں حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلے کی ایک اور حدیث یہ ہے کہ اگر کسی مومن بھائی کو اکثر مسجد کی طرف نماز کی ادائیگی کے لئے آتا جاتا دیکھیں اور لوگ اس کی گواہی دیں تو اللہ پاک اس کی بخشش فرما کر اس کو جنت میں داخلہ نصیب فرماتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف اس مضمون کی ہے کہ ہمیشہ وقت پر نماز پڑھنے والا مومن جب وفات کے بعد قبر میں اتارا جائے گا اور فرشتے جب اس کی قبر میں آکر سوال کرنے کے لئے اس کو اٹھائیں گے تو اس کو محسوس ہوگا کہ عصر کا وقت ہے تو وہ فوراً کہے گا، ٹھہرو مجھے نماز عصر ادا کر لینے دو۔ اس طرح کی شروعات سے اس کے سوال جواب والی گھڑی اس پر نہایت آسان ہو جائے گی اور اس کی قبر کشادہ ہو جائیگی اور جنت کی ہوا کے لئے اس کے واسطے ایک کھڑکی کھل جائے گی۔ نماز کی اہمیت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ نبی ﷺ نے مرض الموت میں جو آخری وصیت فرمائی وہ نماز کی ادائیگی اور لونڈی غلاموں کے ساتھ اللہ سے ڈر کر اچھے سلوک کے بارے میں تھی۔

پس نماز کی مذکورہ برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے مومن کو نماز کی حسنِ ادائیگی کی طرف خاص دھیان دینا چاہیے کیونکہ وہ عمل جو وہ بے دھیانی سے کرے گا تو اس کا اجر اس کو کم ملے گا جبکہ اتنے ہی وقت میں دھیان کے ساتھ حضور ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں پورے خشوع کے ساتھ نمازیں ادا کرے گا تو بے انتہا فائدے اٹھائے گا بلکہ سورہ المومنون کی پہلی آیت میں ایسے مومن کیلئے فلاح پانے کی واضح بشارت ہے۔

آخر میں یہ بتانا ضروری ہے کہ نماز چند حرکات وسکنات کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ اور بندے کے درمیان ایک تعلق کا نام ہے نماز کو اسی لئے مومن کی معراج کہا گیا ہے کہ نماز کے دوران وہ اللہ سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس ہمکلامی کی کیفیت کو ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ ''قسمت الصلوٰۃ بَینی وَ بین عَبدِی'' کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کو درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا ہے۔ آدھی میرے لیے ہے اور آدھی میرے بندے کے لئے، جو کچھ وہ سوال کرے گا۔ میں اس کا جواب دوں گا۔ وہ کہے ''الحمد للہ رب العالمین'' میں

Marfat.com

کہوں میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ وہ "الرحمٰن الرّحیم" کہے میں کہوں میرے بندے نے میری ثناء کی۔ پھر وہ کہے "مالِکِ یوم الدّین" میں کہوں میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ پس ایسی صورت میں نماز کو معراج المومن کہنا کتنا صحیح ہے۔ کوئی انکار کرسکتا ہے؟ نماز کے بیان کو علامہ اقبال مرحوم کے اس شعر کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

زکوٰۃ:

جس طرح اللہ نے دنیا میں ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں اسی طرح اللہ نے اپنی اطاعت کے حوالے سے دو دو اعمال کا قرآن پاک میں ذکر فرمایا ہے مثلاً ایمان باللہ و بالاخرۃ، اطاعت اللہ کی اور اطاعت رسول ﷺ کی، ایمان لانا اور عمل صالح کا بجالانا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا۔ نماز کی اہمیت کے حوالے سے گزشتہ اوارق میں کسی حد تک تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ اب زکوٰۃ کے بارے میں شریعت کے احکام مختصراً بیان کئے جاتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی اہمیت:

سورۃ التوبہ کی پہلی دس گیارہ آیتوں میں اللہ پاک نے مشرک قبائل کے حوالے سے حکم دیا کہ ان کے کفر پر قائم رہنے اور عہد توڑنے کی بناء پر ان سے سختی سے نمٹا جائے۔ چار مہینے کی مہلت کے بعد کوئی رعایت نہ دی جائے۔ البتہ اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو ان کو چھوڑ دیں اور حکم شریعت میں ان کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اسلام کا معاملہ ان کے ظاہر کو دیکھ کر ہوگا باطن کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ پس ثابت ہوا کہ کسی شخص کا ایمان تب معتبر ہوگا جب وہ کم سے کم نماز ادا کرتا ہو اور اپنے مال سے شریعت کے مطابق زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ نماز کے بارے میں شریعت کے احکام بیان ہو چکے ہیں، زکوٰۃ کے احکام صرف ان مسلمانوں پر لاگو ہیں جو ایک خاص حد تک مال اور دیگر زکوٰۃ کے لائق اشیاء کے مالک ہیں۔ تفصیلی احکام علماء سے پوچھ کر زکوٰۃ ادا کرنا ایسا ہی فرض ہے جیسا نماز قائم کرنا۔ اصل میں اسلامی حکومت کے ذمے ہے کہ مال دار لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور مستحقین میں تقسیم کرے۔ لیکن چونکہ اکثر ریاستوں میں اسلامی شریعت کے احکام صحیح

Marfat.com

طرح لاگو نہیں ہیں اس لئے صاحبِ نصاب اہلِ ثروت اصحاب اپنے طور پر اپنے اس مال سے جس پر ایک سال گزر چکا ہو اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کریں۔ زکوٰۃ کے مستحقین میں مفلس، (جس کے پاس کچھ نہ ہو) اور محتاج لوگ آتے ہیں یا جن کے پاس بقدر حاجت میسّر نہ ہو۔ یا جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا جو اسلام میں کمزور ہوں یا جن پر کوئی حادثہ پڑا ہو اور مقروض ہو گئے ہوں ان کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اور مسافر کو بھی دی جا سکتی ہے جب وہ کسی وجہ سے محتاج ہو گیا ہو۔ نیز اگر حکومت زکوٰۃ وصول کر رہی ہے تو تحصیل صدقات کے کاموں پر جو اہلکار مامور ہیں ان پر بھی زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ غریبوں کی خبر گیری اور ملکی ضروریات (نظریاتی اور جغرافیائی حدود کی حفاظت سے عہدہ برا ہونے کے لئے) زکوٰۃ اور دیگر صدقات وصول کرنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کرنے والے قبائل سے جنگ کی اور جب تک ان سے زکوٰۃ وصول نہیں کی آرام سے نہیں بیٹھے۔ ان کے اس عمل کو جس سے اسلامی سلطنت کی معیشت مضبوط بنیادوں پر استوار ہوئی تمام ائمہ نے صحیح مانا اور آج تک اس امر میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔

نوٹ:۔ زکوٰۃ کن اشخاص پر فرض ہے اور کس مال پر یعنی نقدی رقوم، سونا، چاندی، مال تجارت وغیرہ پر کس شرح سے زکوٰۃ فرض ہے اس کی تفصیل علماء سے پوچھ کر زکوٰۃ ادا کرنا ہر صاحب نصاب شخص پر فرض ہے۔ زمینی پیداوار اور مویشیوں کے مالک اور دیگر نفع بخش کاروباروں کے مالک، مکانوں اور فلیٹوں اور پلازوں کے مالک سب علماء سے پوچھ کر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کریں ورنہ آخرت میں پکڑ ہوگی۔

اسلام کا آخری رکن حج:

آیت ۹۷ سورہ الِ عمران کی رو سے لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔ استطاعت سے مراد ہے کہ صحت حج کا سفر اختیار کرنے کے قابل ہو اور مال اس کے پاس اتنا ہو کہ مصارف سفر حج آسانی سے برداشت کر سکے اور

Marfat.com

گھر والوں کے لئے بھی ان کی ضرورتوں کے مطابق کافی رقم چھوڑ جائے۔حج کا سب سے بڑا رکن نویں ذی الحج کو میدان عرفات میں پہنچ کر وقوف کرنا ہے۔ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کرنا اور امام حج کا خطبہ سننا ہے۔اس آیت کو اس حوالے سے دیکھا جائے۔حج کی ادائیگی عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔مناسکِ حج کی تفصیل پر مشتمل کتابچہ ہر عازمِ حج کو روانگی سے پہلے دیا جاتا ہے اس کا مطالعہ اور مقامی حج کیمپ میں حاضر ہو کر ادائیگی کا طریقہ سیکھنا نہایت ضروری ہے۔

نوٹ: حج اسلام کا پانچواں اور نہایت اہم رکن ہے۔جب مومن کے دل میں ایمان اچھی طرح داخل ہو جاتا ہے اور اس کی روح کو سرور حاصل ہوتا ہے تو اس کا جی اپنے محبوب اللہ کے گھر کی طرف شدید کشش محسوس کرتا ہے مگر ربّ العرش العظیم کے اس برکتوں والے اوّلین گھر کی حاضری صرف اسی کو نصیب ہوتی ہے جسے صاحبِ خانہ خود اجازت دے۔پس مومن کی طلب صادق کو دیکھ کر جب اللہ اپنے بندے کو حاضری کا اذن دیتا ہے تو اس کی روح کھل اٹھتی ہے اور وہ بندہ اڑ کر ''اللّٰھم لبیک'' کہتا ہوا پہنچ جاتا ہے اور حجر اسود کو بوسہ دے کر جسے اللہ پاک سے مصافحہ کرنے کے برابر شمار کیا جاتا ہے عاشقوں کی طرح محبوب کے گھر کے پھیرے لینے لگتا ہے۔ مگر اس کا جی بھرتا نہیں۔لیکن مناسک حج ادا کرنے کے بعد اور پھر طواف الوداع کرتا ہے اور باچشم گریاں باہر کی دنیا میں لوٹ آتا ہے۔مگر اس ملاقات کی لذت کو کبھی نہیں بھولتا اور دل میں سوچتا ہے بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی نکلے اور ہر وقت دعا کرتا رہتا ہے ''مولیٰ! ایک مرتبہ اور بلا، مولیٰ ایک مرتبہ اور'' پس اگر پھر بلاوا آ گیا تو نبھا۔نہیں آیا تو اسی حسرت کو لئے ہوئے جنت میں بالمشافہ ملاقات کی امید میں جان جان آفرین کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

باب چہارم

اخلاقیات

نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بعثت کا بڑا مقصد جو سورہ الفتح اور سورہ الصف میں بیان ہوا یہ تھا کہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کے ذریعے جو سیدھی راہ کی ہدایت دے کر اسلام کا سچا دین عطا کیا ہے اس دین کو حضور ﷺ سب دینوں پر غالب کر دکھائیں چاہے شرک کرنے والے برا مانیں اور اللہ اپنے اس دین اسلام کی حقانیت کا خود گواہ ہے اور وہ خود اس کو حق ثابت کرنے والا بھی ہے۔ لیکن چونکہ آپ ﷺ نبیوں کی لڑی کے آخری نبی سید المرسلین ہیں اور آپ ﷺ پر اتاری گئی کتاب قرآن مجید بھی اللہ پاک کی طرف سے تمام نوعِ انسانی کے لئے ایسا آخری نسخہ ہے جس کی کبھی حقیری تحریف ہوئی ہے نہ قیامت تک ہوگی (کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ پاک نے اپنے اوپر لیا ہے) اس لئے اس کتاب میں وحی متلو کی صورت میں اور حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ یعنی وحی غیر متلو کی صورت میں کئی ذیلی اہداف کا پورا کرنا بھی آپ کے ذمے لگایا گیا تھا۔ چنانچہ سورہ القلم میں ہے کہ آپ تو عظیم خلق پر پیدا ہوئے ہیں جن مکارم اخلاق پر آپ ﷺ کو پیدا فرمایا گیا، کیا دیوانوں میں ان اخلاق کا تصور کیا جا سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ کافروں کا آپ ﷺ کو دیوانہ کہنا ظلم تھا۔ اللہ نے تو سورۃ الاحزاب میں حضور ﷺ کی چال اور خلق کو مومنوں کے لئے پیروی کرنے کا اعلیٰ نمونہ (اسوہ حسنہ) قرار دیا ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے ایک مرتبہ صریحاً ارشاد فرمایا کہ میں تو انسانوں کے لئے معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں، میں تو انہیں مکارم اخلاق کی بلندیوں تک پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضور ﷺ سو فیصد اعلیٰ خلق والے تھے۔ حُسنِ اِخلاق کی کوئی فرع ایسی نہیں جس میں آپ ﷺ انتہائی طور پر بلند نظر نہ آئیں۔ صلہ رحمی، ایثار، سخاوت، عدالت، صداقت، شجاعت، صبر، شکر، استقلال، جرأت، حق گوئی، قناعت، امانت، ایفائے عہد، حق کی شہادت، باطل کی عداوت، حیا، طہارت، حسنِ کلام، حلم، عفو درگذر، غرضیکہ خلق کے حوالے سے آپ ہمہ صفت ستودہ تھے اس اعتبار سے بھی کوئی آپ ﷺ کا ہمسر ہوا نہ ہوگا۔

Marfat.com

چونکہ حضور علیہ ﷺ کی پیروی مومنوں پر واجب ہے اس لئے آنے والے صفحات پر ان اخلاقی صفات کا ذکر ہے جن کے اختیار کرنے کی اللہ پاک نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ہدایت فرمائی ہے۔ اللہ پاک کا حکم ہے کہ ''عہد کی پابندی کرو۔ بے شک عہد کے بارے میں تمہاری جواب طلبی ہوگی'' (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۵)۔ اس ضمن میں نبی علیہ ﷺ نے مومن کے عہد کی پاسداری کی تعریف یوں کی ہے کہ مومن کا وعدہ ایسا ہے جیسے ہاتھ سے وصول کرنا ہوتا ہے۔ اس کے عہد کو اسقدر سچا سمجھنا چاہئے جیسے کہ جو آپ کا حق تھا، جس کا اس نے وعدہ کیا تھا، گویا وہ آپ کو مل گیا۔ اس قدر اونچی گواہی کے برعکس اگر کوئی مومن اپنے عہد سے پھر جائے یا عہد پورا نہ کرے تو وہ اسی قدر ذلیل سمجھا جائیگا اور سزا کا مستوجب۔ عہد اور امانت کے حوالے سے حضور علیہ ﷺ کی ایک اور حدیث ہے کہ جس میں عہد نبھانے کی صفت نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جو امانت دار نہیں وہ ایمان کی صفت سے عاری ہے۔

یہ بھی اللہ کا حکم ہے کہ ''باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ، اور جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرو'' (سورۃ البقرہ آیت ۴۲)۔ اس آیت میں مومنوں کو راست روی اور حق گوئی کی ہدایت کی گئی ہے اور حق کو چھپانے یا باطل سے ملانے سے منع کیا گیا ہے۔

اگر اللہ کسی بندے کو مصیبت میں ڈال دے تو خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے اور اگر وہ بندے کے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے'' (سورۃ یونس آیت ۱۰۷)۔ پس مصیبت کی صورت میں مومن پر واجب ہے کہ صبر سے کام لے اور اللہ ہی سے مصیبت سے نجات کی امید رکھے۔ اور جب اللہ بندے سے بھلائی کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا، خواہ حاسدین اور دشمن جتنے چاہیں جتن کرلیں، اس کا بھی مومن کو یقین ہونا چاہیے۔

سورۃ النساء آیت ۸۶ میں اللہ فرماتا ہے کہ تمہیں جب کوئی احترام کے ساتھ سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقے سے جواب دو یا کم از کم اسی طرح کا جواب دو، بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ عملی مثال یہ ہے کہ اگر آپ کو کوئی السّلام علیکم کہے تو آپ کچھ بہتر یعنی السلام علیکم ورحمتہ اللہ سے جواب دیں یا وعلیکم السلام کہیں یعنی برابر کا احترام دیں۔

''اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر

Marfat.com

کرے۔" (سورہ لقمٰن آیت ۱۸)۔ یہاں کبر سے گریز کرنے اور عاجزی انکساری اختیار کرنے کو کہا گیا ہے۔ اللہ عدل، احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ (سورہ النحل آیت ۹۰) حضرت طفیل دوسیؓ جو ایک قبیلے کے سردار تھے ان کو مکہ مکرمہ کے سفر میں اسی ایک آیت کے سننے پر اسلام قبول کرنے کا شرف نصیب ہوا۔ اور پھر ان کی اتباع میں ان کی ساری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ اللہ پاک ان سب سے راضی ہو۔

ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات سے ذرا سی چشم پوشی اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو۔ (سورہ البقرۃ ۲۶۳)۔ یعنی جس کو کچھ خیرات دی ہو اس پر احسان دھر کر یا اس کو حقیر جان کر اسکو دکھ پہنچانا بری بات ہے، اس سے بہتر تو یہ ہے کہ میٹھا بول بولے اور کسی کی ناگوار بات کا بُرا نہ منائے، چشم پوشی کرلے۔

جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ (سورہ اٰلِ عمران۔ آیت ۷۷) اس آیت میں قسمیں پوری کرنے اور عہد نبھانے کی ہدایت ہے کہ دنیا کے حقیر فائدوں کے لئے آخرت کا نقصان نہ اٹھاؤ۔ نیز اللہ حکم دیتا ہے کہ "احسان کا طریقہ اختیار کرو۔ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (سورہ البقرہ آیت ۱۹۵) احسان سے مراد نیکی کرنا ہے نیکی جتانا نہیں یعنی انسانوں سے بھلائی کا سلوک کرنا ہے۔

تباہی ہے ہر اس شخص کیلئے جو (منہ در منہ) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔ (سورہ الھمزۃ آیت ۱)

"اگر تمہارا قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو اور اگر صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۸۰) اسی طرح ارشادِ الٰہی ہے کہ اللہ کسی ناشکرے بدعمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۷۵)

"بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو نیز بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس بھی نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا یقیناً کوئی نہیں کرے گا۔" (دیکھیں آیت ۱۲ سورۃ الحجرات)۔ مطلب یہ کہ غیبت کرنا مردہ بھائی کے گوشت کھانے کی طرح نہایت مکروہ عمل ہے۔

Marfat.com

اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں۔ خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل پر اکساتے ہیں۔ (سورہ الحدید آیات ۲۴،۲۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے۔ (سورہ الصّف آیات ۳۔۲)

سورۃ حٰمٓ السجدہ آیت ۳۴ میں اللہ نصیحت کرتا ہے کہ ''بدی کو نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ (یوں تم دیکھو گے) کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔'' اس کا تصور کیا جائے تو مومن دشمن کی بری بات کا ہمیشہ اچھائی سے جواب دے گا۔

''انسان کو جب ہم نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اکڑ جاتا ہے اور جب اسے کوئی آفت چھو جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔'' ناشکری کرنا اور مصیبت کے وقت لمبی لمبی دعائیں مانگنا اس بات کی علامت ہے کہ ایسا آدمی شرفِ آدمیت سے عاری ہے، صرف مطلب کا بندہ ہے۔

''کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کروں گا (تم کچھ نہیں کر سکتے) اِلّا یہ کہ اللہ چاہے۔ پھر اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو۔ اور کہو ''امید ہے کہ میرا رب اس معاملے میں رشد یعنی بھلائی سے قریب تر بات کی طرف میری راہنمائی فرمائے گا۔'' (سورۃ الکھف آیات ۲۴۔۲۳) مطلب یہ ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا عہد کرو تو فی الواقع عہد نبھانے کی پوری کوشش بھی کرو اور انشآءاللہ بھی کہو اس سے عہد نبھانے میں اللہ بندے کی کوشش کو بار آور کرے گا۔ سوائے اس کے کہ اللہ اپنی حکمت سے عہد والی بات نہ چاہتا ہو۔ اس صورت میں وعدہ کرنے والا قصوروار نہیں ہوگا۔ سورۃ لقمٰن آیت ۱۷۔۱۹ میں اللہ پاک بندے کو نصیحت کرتا ہے کہ ''بھلی بات کی ترغیب دے اور برائی سے منع کرے اور ایسا کرنے میں کوئی مصیبت پیش آئے تو اس پر صبر کرے۔ نیز لوگوں سے متکبروں کی طرح بات نہ کرے۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلے، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ نیز اللہ بندے کو اپنی چال میں اعتدال اختیار کرنے اور اپنی آواز کو پست رکھنے کی بھی ہدایت کرتا ہے۔ بلند آواز کو اللہ نے گدھے کی آواز سے تشبیہہ دے کر ناپسند فرمایا ہے۔''

آیت ۳۷ سورہ بنی اسرآئیل میں اللہ حکم دیتا ہے کہ زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ نہ تم زمین کو

Marfat.com

پہاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔اس میں انسان کے ضعف کا بیان ہے۔پس اس قدر ضعف کے ہوتے ہوئے اکڑ دکھانا نہایت گھٹیا عمل ہے۔

آخر میں بطور خلاصہ یہ بتانا ضروری ہے کہ اخلاق حسنہ سے دل کو مزین کرنا اور رذائل سے دل کو پاک کرنا ہی اصل خلق ہے۔مشق سے انسان اپنے اندر اخلاقِ حسنہ پیدا کر سکتا ہے اور رذائل سے اپنے دل کو پاک کر سکتا ہے۔ہمت اور ارادے کی ضرورت ہے۔

اچھی خصلتوں اور بری خصلتوں کی تفصیل درج ہے۔

اچھی صفات:

شجاعت، صداقت، عدالت، امانت، جود وسخا، ہمت و دلیری، بردباری، استقلال، صبر اور وقار، عاقبت بینی، شکر، توکل، ایثار، ملائمت عفو درگذر وغیرہ۔

بری خصلتیں:

تکبر، ظلم، نخوت، خود پسندی، غصہ سے بھڑک اٹھنا، بزدلی، حرص، لالچ، خوشامد، ریا، فریب، حسد، کینہ، بغض، عناد، تنگدلی، بدکلامی، تمسخر، دورخاپن، مکاری جعل سازی، ایذارسانی، بے رحمی، بدنگاہی، بدکاری وغیرہ۔

آخر میں نبی ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ کا ذکر مناسب نظر آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "اَکمَلُ المُومِنِینَ اَحسِنُھُم خُلقاً "یعنی مومنوں میں کامل ترین ایمان اس کا ہے جو خلق میں سب سے اونچا اور حسین ہے۔اور خلق صرف خندہ پیشانی سے پیش آنے کا نام نہیں (اگر چہ ایسا کرنا بھی صدقہ ہے) مگر اصل خلق یہ ہے کہ بندوں کے حقوق پورے کئے جائیں، نیز خدمت خلق، قربانی، ہمدردی، خیر خواہی، خلقِ خدا کو نفع اور راحت پہنچانا۔آدمی اپنے اخلاق سے علم وحلم سے، جود وسخا سے، عفو درگذر سے، ایثار ومحبت سے آدمیت کا مقام بناتا ہے، ورنہ

گر بصورت آدمی انساں بدے
احمد و بو جہل ہم یکساں بدے

(یعنی اگر صورت ہی آدمی کو انسان بنانے والی ہوتی، تو احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ اور ابوجہل لعین آدمی کی صورت کے اعتبار سے برابر ہوتے، مگر کہاں محمد رسول اللہ ﷺ سید المرسلین،

Marfat.com

محبوب رب العالمین، کہاں آپ کے زمانے کا فرعون ابوجہل۔)

دین اسلام کی اشاعت کے حوالے بے لاگ تجزیہ نگاروں کا قول ہے کہ سرعت سے دین اسلام کے پھیلنے کی دو ہی وجوہات تھیں۔ایک اس دین کی اپنی حقانیت اور دوسرے مبلغینِ اسلام کا حسنِ اخلاق۔

آخر میں نبی ﷺ کی بلند اخلاقی کا ایک مشہور واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ جب آنحضور ﷺ بدر کی فتح کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ ستر جنگی قیدی بھی تھے۔حضرت اسید بن حضیرؓ ایک بزرگ صحابی تھے، جو جنگ بدر میں اس وجہ سے شریک نہ ہو سکے کہ روانگی کے وقت وہ مدینہ میں موجود نہ تھے۔وہ اہلِ یثرب کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے روحاء کے مقام پر آپ کے منتظر تھے۔ جب آپ ﷺ کی آمد پر انہوں نے آپ ﷺ کو مبارکباد دی تو ایک نوجوان صحابی حضرت سلمہ بن سلام نے کہا ''بخدا ہمارے مخالفین تو قربانی کے جانوروں کی مانند تھے ہم نے ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹ پھینکا''۔آپ نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا۔ بھتیجے! وہ معمولی لوگ نہ تھے بلکہ بڑے معزز اور طاقتور تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ تھی وہ اس سے محروم تھے۔

جنگی قیدیوں کے لئے آنحضور ﷺ کا یہ جواب ان کے دلوں کے لئے مرہم بن گیا۔ آپ ﷺ کے اس احسن اخلاق نے ان کے دلوں کو فتح کرلیا۔اس واقعہ میں کئی دروس جلوہ فرما ہیں۔ایک جانب آنحضور ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت کی کہ وہ دنیادار فوجوں کی طرح فتح کے نشے میں اترانے کی بجائے اسے نصرت خداوندی سمجھ کر شکر ادا کریں۔ دوسری جانب آنحضور ﷺ نے اپنے مخالفین کو یہ بات کہہ کر احساس دلایا کہ مخالفت کے باوجود اہل اسلام انہیں حقیر نہیں سمجھتے۔

Marfat.com

باب پنجم

توبہ کے مسائل

سورہ الشمس میں اللہ پاک نے قسم کھائی ہے سورج کی روشنی کی، چاند کی چاندنی کی، دن کے اجالے کی، رات کے اندھیرے کی، آسمان کی بلندی کی اور زمین کی پستی کی جو سب ایک دوسرے کے متقابل پیدا کیے گئے عناصر ہیں۔ انہی قسموں کی مناسبت سے اللہ پاک جوابِ قسم کے انداز میں فرماتے ہیں کہ اسی طرح ہم نے اپنی حکمت سے نفس انسانی میں خیر و شر کی متقابل قوتیں رکھیں اور دونوں کو سمجھنے کی صلاحیت بھی دی اور ان پر چلنے کا انسان کو اختیار بھی دیا۔ اس اختیار کو پھر عقل کے تابع کیا اور عقل کو شریعت الہیہ کا تابعدار بنایا۔ سو جب انسان کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے قرآن و سنت کا نور موجود ہو پھر بھی انسان اپنے نفس کو سنوار نہ سکے یعنی خیر کے تخم کی آبیاری اور نگہداشت نہ کر پائے اور اپنے نفس کی باگ یکسر شہوت اور غضب کے ہاتھ میں دے دے، عقل و شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے گویا خواہش اور ہوا کا بندہ بن جائے تو ایسا آدمی جانوروں سے بدتر اور ذلیل ہے۔

مگر انسان چاہے کتنا ہی ہوائے نفس کے اتباع میں حق کی راہ سے پھر جائے اللہ پاک اس پر ہدایت کی راہ بند نہیں کرتا۔ اللہ تو تمام مخلوق کو اپنا کنبہ قرار دیتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں اپنی مخلوق پر اس ماں سے زیادہ مہربان ہوں جو اپنے بچے کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دیتی ہے اور کبھی نہیں چاہتی کہ اپنے بچے کو آگ کے تنور میں خود جھونک دے یا کوئی اور اسے جھونک دے۔ سو بڑے سے بڑے گنہگار کے لئے بھی موت کے آثار ظاہر ہونے سے پہلے پہلے اللہ پاک توبہ کا در کھلا رکھتا ہے۔ بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ کے دربار میں گڑگڑا کر معافی طلب کرے تو وہ معاف کر دیتا ہے اس لئے کہ وہ تو ہے ہی غفور رّحیم۔ سورہ الزمر میں اس کی اس صفت کا بدرجہ کمال ذکر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے گناہ گارو! میری رحمت سے ناامید نہ ہو، میں تو تمہارے تمام گناہوں کو بخش دینے والا ہوں، میں تو ہوں ہی گناہ معاف کرنے والا مہربان۔" پھر ایک حدیث مبارکہ اس مضمون کی ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام انسان نیکوکار ہو جائیں، اللہ کے اس حد تک

Marfat.com

تابع فرمان ہو جائیں کہ کوئی گناہ نہ کریں تو اللہ ان کو بدل کر زمین پر ایک دوسری مخلوق لا آباد کرے گا جن سے گناہ سرزد ہوں گے۔ پھر وہ نادم ہو کر اللہ سے معافی کے طلبگار ہوں گے اور اللہ اپنی صفت غفاری کے حوالے سے ان کے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

نیز ایک اور حدیث مبارکہ اس مضمون کی ہے، ''اے ایمان والو! تم سب کے سب خطا کار ہو، لیکن خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو رجوع کرتے ہیں، توبہ مانگتے ہیں اور اللہ اپنی رحمت سے متوجہ ہو کر ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔''

توبہ کے اس تمہیدی بیان کے بعد توبہ کی قبولیت کے بارے میں چند ضروری مسائل اور شرائط ہیں، جن کا قرآنِ پاک کے مختلف مقامات میں ذکر آیا ہے۔ آگے مومن کی رہنمائی کے لئے ان شرائط اور مسائل کا ذکر ہے۔

''اگر کوئی شخص برا فعل کر گذرے یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے اور اس کے بعد اللہ سے درگذر کی درخواست کرے تو وہ اللہ کو درگذر کرنے والا اور رحم کرنے والا مہربان پائیگا۔''

(سورہ النساء آیت ١١) یعنی اللہ کی ان صفات کی روشنی میں گنہگار بندہ اپنے گناہوں کی معافی کا یقین رکھے، بس شرط یہ ہے کہ گناہوں پر نادم ہو اور آئندہ ایسے گناہوں سے بچنے کا مصمّم ارادہ کرے۔ اور پھر بھی گناہ ہو جائے تو توبہ کا اعادہ کرے۔

جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور اس سے اپنے قصور کی معافی چاہتے ہیں۔ وہ کبھی دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے تو اللہ ان کے گناہوں کو معاف فرما کر ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہوں گی وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی اللہ نہ صرف گناہ معاف کرے گا بلکہ جنت میں ان کے داخلے کی ضمانت بھی دے رہا ہے۔ (سورہ الِ عمران آیت ١٣٥۔١٣٤)

ایک اور مقام پر اللہ پاک وضاحت فرما رہے ہیں کہ یہ توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر بیٹھتے ہیں اور اسکے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسوں پر اللہ نظرِ عنایت سے متوجہ ہو جاتا ہے۔ توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو برے کام کئے چلے جاتے ہیں اور جب موت کا وقت قریب آ جاتا ہے تو توبہ کرنے لگتے ہیں۔ توبہ ان کا فروں

Marfat.com

کے لئے بھی نہیں ہے جو مرتے دم تک کافر ہی رہیں۔ ایسوں کے لئے تو دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔" (دیکھیں آیات ۱۸۔۱۷ سورہ النساء)

توبہ کے معنی اصل میں پلٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں۔ گناہ کے بعد بندے کا اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک غلام جو اپنے آقا کا نافرمان بن کر اس سے منہ پھیر گیا تھا، اب اپنے کئے پر پشیمان ہے اور اطاعت و فرماں برداری کی طرف پلٹ آیا ہے اور اللہ کی طرف سے بندے پر اپنی رحمت سے متوجہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کی گذشتہ تقصیر کو معاف کیا جاتا ہے اور اس کے آئندہ کے عمل کو اللہ جو علیم ہے حکیم ہے دیکھے گا کہ بندگی کی روش اختیار کئے رکھتا ہے کہ نہیں۔ توبہ کے بعد پھر گناہ سرزد ہو جائے تو پھر توبہ کرے سچے دل سے۔

"جو لوگ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ ڈالے جائیں یا جلاوطن کر دیئے جائیں مگر جو لوگ توبہ کر لیں تو اللہ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۃ المآئدہ ۳۳۔۳۴)

نوٹ:- اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا یا زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا یہ دو الفاظ ایسے ہیں، جن میں کفار کے حملے، مسلمانوں کے ارتداد کا فتنہ، مطلق رہزنی، ڈکیتی یا ناحق قتل اور فرقہ وارانہ قتل، نسلی لسانی علاقائی بنیادوں پر دشمنی، غصب، مجرمانہ سازشیں اور مغضوبانہ پروپیگنڈا سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنے والا مذکورہ چار سزاؤں میں کسی نہ کسی سزا کا سزاوار ہے۔ اول یہ کہ قتل کیا مگر مال نہ لیا، دوم یہ کہ قتل بھی کیا مال بھی لوٹا، سوم یہ کہ مال لیا مگر قتل نہیں کیا اور چہارم یہ کہ نہ مال چھین سکے نہ قتل کر سکے فقط قصد اور تیاری کی اور گرفتار ہو گئے۔ ان چاروں حالتوں کی مناسبت سے عدالت بیان کردہ سزاؤں میں سے کوئی سزا دے سکتی ہے۔ پھر اللہ کی رحمت ملاحظہ ہو کہ گرفتاری سے پہلے مجرم اگر توبہ کر کے خود پیش ہو کر معافی مانگے تو اس کو معافی دی جا سکتی ہے البتہ حقوق العباد معاف نہیں ہونگے۔ مثلاً اگر کسی کا مال لیا تھا تو ضمان دینا ہوگا، قتل کیا تھا تو قصاص لیا جائیگا، ہاں ان چیزوں کے معاف کرنے کا حق صاحبِ مال اور ولیِ مقتول کو حاصل ہے۔ اس حد کے سوا باقی حدود مثلاً حدِ زنا، حدِ شرب خمر، حدِ سرقہ، حدِ قذف توبہ سے مطلقاً معاف نہیں ہوتیں، جب معاملہ عدالت میں آ جائے اور اگر معاملہ اللہ تعالیٰ اور

Marfat.com

بندے کے درمیان ہو اور بندہ صدقِ دل سے توبہ کرلے تو یہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں منافقوں کی اللہ تعالیٰ نے جابجا تذلیل کی ہے کیونکہ یہ اسلامی معاشرے میں سب سے زیادہ شریر اور خطرناک عنصر تھا۔ یہ لوگ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم کے سب سے بڑے دشمن تھے اور دل کی گہرائی سے اسلام کی سچے دین کی حیثیت سے ابھرنے کے سخت خلاف تھے وہ ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ یہ سچا دین باقی تمام ادیان کا بطلان کر کے ان پر غالب آجائے۔ اس لئے وہ ہر وقت اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ نبی ﷺ کے قتل کے بھی منصوبے بناتے رہے، مگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے وہ ہر مرتبہ ناکام نامراد رہے۔ قرآن پاک میں ان گنت جگہوں پر منافقین کی فضیحت کی گئی ہے۔ ایک جگہ یہ ارشاد فرمایا کہ منافقین کے لئے جہنم کا سب سے نچلا یعنی سخت ترین عذاب والا قید خانہ ہوگا۔ جہاں ہمیشہ رہیں گے کبھی وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔ سورہ المنافقون تو خاص طور پر ان کی مذمت کے لئے اور ان کے ناپاک ارادوں کا راز فاش کرنے کے لئے اتاری گئی اور سورہ التوبہ میں منافقوں کے کم سے کم دس جھوٹوں کا پول کھول کر ان کو دنیا میں بھی رسوا کیا گیا اور آخرت کے دردناک عذاب کا بھی ڈر سنایا گیا۔ اسی طرح ان کی بیشمار خفیہ سازشوں کو بے نقاب کیا گیا۔ نہایت سنگین جرموں کے بعد بھی اللہ ان پر توبہ کا دروازہ بند نہیں کرتا اس لئے کہ اس کی رحمت ہر شے سے زیادہ وسیع ہے۔ منافقین نے جنگِ احزاب میں مدینہ کی حفاظت میں مسلمانوں کا ساتھ دینے کا وعدہ توڑ کر دشمن کو مدینے پر چڑھائی کرنے کی راہ دکھائی۔ حضور ﷺ کی مدد کرنے کے یعنی اللہ کی نصرت کے وعدوں کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار دیا اور انہوں نے مومنوں کو طرح طرح کے طعنے دیے، جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مومنوں نے جواب میں یہ کہا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے وعدے سب سچے ہیں۔ آزمائش کی گھڑیاں بھی آنی تھیں، سو آئیں اور ہم اپنے اسلام لانے کے عہدوں پر ثابت قدم ہیں بلکہ ہمارا ایمان اور بڑھا ہے۔ ہم احکامِ الٰہی کی تعمیل کے لئے اور زیادہ عزم کے ساتھ تیار ہیں۔''

پھر اللہ ان مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے ایمان لانے کے وعدوں میں سچے ثابت ہوئے ہیں۔ ان کے آزمائش کی گھڑی میں قدم نہیں لڑکھڑائے۔ ان میں سے بعضوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر حق کی شہادت دی ہے اور کچھ اور ہیں جو انتظار کر

Marfat.com

رہے ہیں کہ کب اللہ طلب کرے اور ہم جانیں نثار کریں اور ساتھ ہی اللہ خوشخبری سناتا ہے کہ ایسوں کو ہم ان کی سچائی کا بدلہ دیں گے (اور اس رب کریم کا بدلہ کیا ہوگا نعمتوں والی جنت ایسی جنت جن کی چھپی نعمتوں میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا ایسا سامان ہوگا جس کو کسی دل نے محسوس نہ کیا ہو گا کسی کان نے سنا نہ ہوگا)، اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ کو حق تھا کہ ان گستاخ منافقوں کو سخت ترین عذاب کی وعید سورہ الاحزاب آیت نمبر ۲۴ میں سناتے ۔ مگر اللہ پاک نے ان کو عام سے انداز میں عذاب کا سنا کر ساتھ ہی یہ امید بھی دلا دی کہ اب بھی منافق اگر اسلام دشمنی سے باز آ کر حق کی شہادت دیں، خلوص سے پوری طرح دینِ اسلام میں داخل ہو کر اسلام کی اجتماعی برکات سے بہرہ مندہ ہونے کے لئے توبہ مانگیں تو اللہ اگر چاہے گا تو اپنی رحمت کے ساتھ ان پر متوجہ ہو کر ان کی پچھلی خطائیں اور جملہ گستاخیاں معاف کر دے گا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اس لئے بعید نہیں کہ اللہ جو علیم ' بذات الصدور ہے منافقوں کی سچے دل سے مانگی توبہ قبول کر لے۔ اللہ کی اس رحمت واسعہ کے ذکر کے ساتھ توبہ کا بیان مکمل ہوا۔

Marfat.com

باب ششم

خواتین کے مسائل

عورت صنف نازک اکثر غالب فریق مرد کے ہاتھوں عدم مساوات اور نار وا ظلم کا شکار رہی۔ جب نسلِ انسانی بلوغت کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی آخری کتاب (قرآن) اپنے آخری نبی ﷺ پر نازل فرما کر اپنی نعمت کی تکمیل کی اور اسلام کو اپنے بندوں کے لئے بطور دین پسند فرمایا۔ اس دین نے جب رحمت کا دامن پھیلایا تو نسلِ انسانی پر جو ایک زمانے سے ظلم ہو رہے تھے ان سب کا خاتمہ ہوا اور انصاف اور عدل پروری کے دور کا آغاز ہوا۔ ظلم کی چکی میں بری طرح پسی ہوئی صنفِ نازک عورت کے دکھ کا سب سے پہلے نوٹس لیا گیا۔ قرآن پاک کی سورہ البقرہ کی آیت ۲۲۸ میں اللہ فرماتا ہے کہ عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔ وہ درجہ یہی ہے کہ مرد چونکہ مہر ادا کر کے عورت کو نکاح میں لیتا ہے اور انتظامی طور پر حاکم اور نگہباں ہونے کی وجہ سے عورت کے نان نفقہ کا بوجھ بھی اٹھاتا ہے۔ اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ اس لئے عورت کو طلاق دینے کا حق بھی اسے حاصل ہے۔ مگر اپنی حاکمیت کے سبب مرد اس حق کا ناجائز فائدہ اٹھاتا تھا۔ وہ جب اپنی عورت سے کسی وجہ سے ناراض ہوتا، اسکو طلاق دے دیتا۔ پھر خواہش پوری کرنے کے لئے رجوع کر لیتا۔ اس طرح بار بار طلاق دیتا اور بار بار رجوع کر لیتا۔ نتیجۃً وہ عورت بھلے طریقے سے اس کے ساتھ نہ بس سکتی تھی، نہ اس سے آزاد ہو کر کسی اور بھلے آدمی سے نکاح کر سکتی تھی۔ پس اس ظلم کو بند کرنے کے لئے اللہ پاک نے آیت ۲۲۹ میں صاف حکم دے کر طلاق رجعی کا حق دو مرتبہ تک محدود کر دیا۔

اسی طرح جاہلیت میں کئی اور مظالم تھے جو عورت پر روا رکھے جاتے تھے، مثلاً شوہر کی وفات پر اس کے ترکے سے عورت کو کوئی حصہ نہیں ملتا تھا، بلکہ عورت خود ترکہ بن جاتی تھی اور کوئی نہ کوئی وارث اس کا مالک شوہر بن بیٹھتا۔ بسا اوقات شوہر کی کسی دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والا بیٹا باپ کی اس نوجوان منکوحہ بیوی کا جو اب بیوہ ہو گئی زبردستی کا شوہر بن جاتا۔ اسی طرح

Marfat.com

کسی عورت کو باپ کے ترکہ میں سے بھی کچھ حصہ نہیں ملتا تھا۔ بلکہ بعض باپ اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیتے، اکثر اپنی عزت یا عار کی پاسداری میں اور کبھی مفلسی کی وجہ سے۔ بعض علاقوں میں بیوہ بن جانے والی عورت کو اپنے شوہر کی چتا میں ہی جل مرنے کی اذیت ناک رسم پوری کرنی پڑتی۔ قبائلی شب خونوں کے نتیجے میں کمزوروں کی پکڑی ہوئی عورتوں اور لڑکیوں کو باندیاں بنالیا جاتا۔ پھران کو بھیڑ بکریوں کی طرح یا تو بیچ دیا جاتا یا گھریلو خدمت لینے کے علاوہ مالی نفع حاصل کرنے کی غرض سے ان سے بدکاری بھی کرائی جاتی۔

زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کسی کنبے کا سربراہ فوت ہو جاتا تو اس کی بیویاں جو بیوہ ہو جاتیں اور بیٹیاں جو یتیم ہو جاتیں ان کے وارث یعنی مرنے والے کے بھائی بھتیجے ان کے حقیقی سہارا نہ بنتے بلکہ ان بے سہارا عورتوں کے یہ برائے نام وارث ان کو ازغیب مالِ مفت تصور کر کے ان پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے۔ اس کی صورت یہ ہوتی کہ عورتوں اور لڑکیوں کی مرضی کے بغیر وہ موجودہ بیویوں کے ہوتے ہوئے ان سے زبردستی نکاح کر لیتے۔ مرنے والے کا ترکہ بھی اپنے قبضے میں کر لیتے۔ اس طرح نہ صرف مردوں کی بے جا حرص اور ہوس بڑھتی بلکہ عورتوں پر جبر اور ظلم میں بھی اضافہ ہوتا۔ ایک مرد کی موجودہ منکوحہ بیویاں پہلے ہی کم ظلم نہیں سہہ رہی تھیں کہ اوپر سے اور بے سہارا عورتیں ان کی سوتنیں بن کر ان کی محدود گزران میں سے حصہ دار بنادی جاتیں۔ باہمی فساد لڑائی جھگڑے مستزاد۔ اس طرح عورتوں کی زندگی سرتاپا عذاب بن چکی تھی، کوئی رستگاری کی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔

اسی دوران جنگِ احد میں جب ستر اصحاب رضوان اللہ علیھم شہید ہو گئے، تو بہت سی مسلمان عورتیں بیوہ ہو گئیں اور بے شمار لڑکیاں یتیم ہو گئیں۔ ان بے سہارا عورتوں کو بھی اسی طرح کے تاریک مستقبل کا خوف لاحق ہوا۔ اسلام دینِ رحمت کے حامل نبی ﷺ کا دل ان کے بارے سخت متفکر تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا وہ تو تھے ہی رحمت للعلمین۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت سے قرآن پاک کی سورۃ النساء نازل فرمائی جس سے عورتوں کے لئے آسانیاں پیدا ہوئیں بلکہ اس سورۃ میں ان کے تمام دکھوں کا مداوا کیا۔ تمام زخموں پر مرہم رکھا۔ حکم نازل ہوا کہ اے وارثو! تم ان بے سہارا عورتوں کے سرپرست اور پشتیبان بنے رہو اور نکاح دوسری عورتوں میں سے جو بھلی لگیں ان سے کرو، ایک سے لے کر چار تک، تاہم اگر عدل نہ کر سکنے کا خوف ہو تو پھر

Marfat.com

ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔ چونکہ جاہلیت میں ایک مرد لاتعداد☆ عورتوں کے ساتھ نکاح کر لیتا تھا جن کے درمیان عدل برقرار رکھنا اوران کی ضرورتوں کا کما حقہ دھیان رکھنا مشکل تھا اور عورتیں اکثر ظلم کی چکی میں پستی رہتی تھیں، اس لئے سورۃ النسآء کے اس حکم کے تحت ازواج کی تعداد چار عورتوں تک محدود کر دی گئی اور وہ بھی عدل برقرار رکھنے کی کڑی شرط کے ساتھ۔ ان احکامات سے عورتوں کے لئے بڑی آسودگی پیدا ہوئی۔ اس سورۃ میں زمانہ جاہلیت میں جتنی بے انصافیاں عورت ذات سے کی جاتی تھیں، ان سب کا ازالہ کیا گیا اور ایسے حقوق ☆☆ عورت کو دیئے گئے ایسا احترام اس کو دیا گیا کہ اس جیسا احترام اوران جیسے حقوق عورت کو دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کی اپنے بے رحم معاشرے کی ستائی ہوئی عورتیں، خصوصاً یورپ اور امریکہ کی عورت نہایت خوشدلی سے اسلام قبول کر کے دینِ رحمت کے سائے میں آ کر سکھ کا سانس لے رہی ہیں، عزتِ نفس کے ساتھ مضبوط حصار میں خوشحال زندگی گزار رہی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کر رہی ہیں۔

☆ (یہ تعداد گذشتہ پیرا گراف میں بیان کردہ جاہلیت کے دستور کے تحت وقتاً فوقتاً بڑھتی رہتی تھی اور یوں عورتوں کی زندگی دشوار سے دشوار تر ہوتی جاتی تھی۔) ☆

☆☆ وراثت کا حق، خلع کا حق، طلاق رجعی کو دو مرتبہ تک محدود کرنا، عدت کا مقرر کرنا، طلاق اور بیوگی کے بعد آزادی سے کسی اور جگہ نکاح کرنے کا حق، مہر کی ادائیگی کا حق اور طلاق کی صورت میں مہر واپس نہ کرنے کا حق، خاوند کی طرف سے معقول نان نفقہ اور حفاظت کا حق وغیرہ وغیرہ۔

ایک اور قسم کا ظلم مذہبی پیشواؤں کے ہاتھوں عورتوں پر روا رکھا جاتا۔ وہ اس طرح کہ بعض موہوم آفات سے بچاؤ کے لئے اور بعض مرادوں کے پورا ہونے کی امید میں خوبصورت دوشیزاؤں کو دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھایا جاتا اور بعض لڑکیوں کو نکاح کرنے سے روک کر مذہبی رسومات کی ادائیگی اور مذہبی پیشواؤں کی خدمت گزاری میں ساری عمر بسر کرنا پڑتی۔ اس طرح کی جھوٹی پارسائی کے پردے میں ایسی عورتوں کے ساتھ دغا باز مذہبی پیشوا جنسی جرائم کے مرتکب ہوتے رہتے۔ اس طرح کی بے شمار معاشرتی ناہمواریوں کے خاتمے کے لئے خصوصاً عورت کو عزت و آبرو کا مردوں کے برابر بلند مقام دینے کے لئے اللہ پاک نے اسلام دینِ رحمت کی شریعت میں ملت کی اجتماعی ہدایت کے لئے احکام نازل فرمائے۔ اس باب میں قرآن پاک کی

Marfat.com

مختلف سورتوں میں مختلف احوال کے پسِ منظر میں عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے جو احکام نازل ہوئے ہیں ان کا بیان ہے۔ یہ وہ حقوق ہیں جن کے مقابل کسی اور دین میں کسی اور معاشرے میں عورتوں کی بھلائی کے احکام ان کے عشرِ عشیر بھی نہیں۔ زمانہ جاہلیت میں نکاح کے معاملے میں کچھ ایسی باتیں رواج پا چکی تھیں، جو کسی عقلی دلیل کے تحت نہیں بلکہ غالب فریق یعنی مردوں کی اپنی ہوائے نفس کی تسکین کے لئے تھیں اور صریحاً ظلم کی تعریف میں آتی تھیں۔ اس پر اسلامی دعوتِ اصلاح کی پیروی میں اللہ نے صاف حکم دیا کہ جن عوتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو۔ سسرال کی پابندیوں سے بھی عورت کو رہائی دلائی۔ اسی طرح دو بہنوں کے ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا جو جاہلیت میں روا تھا اس کو بھی شریعتِ مطہرہ نے عقلی بناء پر حرام قرار دے دیا۔ اور نکاح کن عورتوں سے کرنا حرام ہے اس کی پوری تفصیل بیان کر دی اور جن سے نکاح چند شرطوں کے ساتھ حلال ہے اس کی تفصیل بھی بیان کر دی۔ (دیکھیں آیات ۲۵۔۲۶ سورہ النسآء)۔ قاری کی سہولت کے لئے تفصیل درج ذیل ہے۔

جو عورتیں حرام ہیں

مائیں، بیٹیاں، بہنیں

پھوپھیاں، خالائیں

بھتیجیاں، بھانجیاں

دودھ پلانے والی مائیں

دودھ شریک بہنیں

بیویوں کی مائیں

بیویوں کی دوسرے خاوندوں سے بیٹیاں

صلبی بیٹوں کی بیویاں

اور یہ بھی حرام ہے کہ ایک وقت میں دو بہنوں کو ایک شخص اپنے نکاح میں جمع کرے اور وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو کسی دوسرے کے نکاح میں ہوں۔

Marfat.com

جو عورتیں حلال ہیں:

حرام عورتوں کی فہرست کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں ان کو مہر ادا کر کے نکاح میں لیا جا سکتا ہے بشرطیکہ حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرنا مقصود ہو، نہ یہ کہ محض آزاد شہوانی کرنا مقصود ہو۔

نکاح کے بعد:

اللہ پاک نے سورہ الرّوم میں ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کے سکون کے لئے ہم نے اس کی جنس سے جوڑا بنایا اور پھر دونوں صنفوں یعنی مرد اور عورت کے درمیان خاص قسم کی محبت اور پیار رکھ دیا تا کہ مقصودِ ازدواج حاصل ہو۔ چنانچہ دونوں کے میل جول سے نسلِ انسانی دنیا میں پھیل گئی۔ لیکن جیسے ہر قاعدے کی کچھ مستثنیات ہوتی ہیں بعض جوڑوں کے درمیان طبیعتوں اور میلانات میں اختلاف کی وجہ سے وہ مفاہمت پیدا نہیں ہوتی جس سے اس نئے جوڑے کو حقیقی سکون نصیب ہو۔ پھر بعض اوقات اختلافات معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں اور بعض محض غلط فہمی یا بہتر سے بہتر کی خواہش کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔ ایسی صورت کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حسنِ کلام کے ذریعے ہدایات نازل فرمائی ہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

اول مردوں کو بتایا گیا ہے کہ جیسے تمہارے عورتوں پر حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی تم پر حقوق ہیں۔ (آیت ۲۲۸ سورہ البقرہ)۔ دوسرے نمبر پر عورتوں کو بتایا گیا ہے کہ مرد حاکم نگہبان ہے۔ پس جو صالح عورتیں ہوتی ہیں وہ طاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت ونگرانی میں شوہروں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ (آیت ۳۴ سورہ النسآء)۔ تیسرے نمبر پر اللہ مردوں کو حکم دیتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں نا پسند ہوں (یعنی خوبصورت نہ ہوں یا کوئی اور نقص ہو تو یہ مناسب نہیں کہ شوہر فوراً دل برداشتہ ہو کر اسے چھوڑ دینے پر آمادہ ہو جائے۔ حتی الامکان صبر اور تحمل سے کام لینا چاہیے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت میں بعض دوسری خوبیاں ایسی ہوتی ہیں جو ازدواجی زندگی میں حسنِ صورت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اور اللہ صاف فرماتا ہے کہ ہوسکتا ہے ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لئے بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔ مثلاً اس کے بطن سے تمہیں صالح اور فرمانبردار اولاد عنایت کرے یا اس کی برکت سے تمہیں اچھی روزی اور خاندان میں اچھی عزت ملے۔ (آیت ۱۹

Marfat.com

سورہ النسآء)۔اس حوالے سے ہم نے اکابر میں امام احمد بن حنبلؒ کا واقعہ طالبعلمی کے زمانے میں پڑھا تھا۔آپ تحصیل علم سے فارغ ہو کر مادر علمی جامعہ دمشق میں مشغول ہو گئے۔آپ کی شاگردی میں لاکھوں مسلمان حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے رہے اور آپ کو متاہل زندگی اختیار کرنے کی فرصت نہ ملی۔آخر جب آپ کی عمر ۴۵ سال ہوگئی تو آپ کے چند مقرب تلامذہ نے آپ کو نکاح کی سنت نبوی کی طرف متوجہ کیا۔آپ نے اجازت دی کہ ہاں میرے لئے کوئی رشتہ دیکھو۔آپ کو بتایا گیا کہ فلاں شیخ جو صاحب ثروت بھی ہیں اہل تقویٰ اور اہل الرائے بھی ہیں ان کی چھ کنواری صاحبزادیوں میں سے پہلی کے بعد دوسری صاحبزادی جو حسن و جمال اور علم و فضل میں بھی یکتا ہے آپ کے لئے اس کے ساتھ نکاح کی تجویز ہے۔آپ نے کہا کہ بڑی صاحبزادی کو کیوں تجویز نہیں کرتے ہو۔بتایا گیا کہ اس کے چہرے پر چیچک کے بدنما داغ ہیں اور اس کی اس مرض سے ایک آنکھ بھی ضائع ہو چکی ہے۔کہا ہم تو اسی سے نکاح کریں گے۔اس میں اس کا کیا قصور ہے اور پھر نکاح سے مقصد شہوت کے تقاضے کو دبانا ہے نہ کہ ابھارنا۔اس پر ان کے نکاح میں وہی بڑی صاحبزادی آئیں اور اللہ نے اس نکاح میں اتنی برکت رکھی کہ اس زوجہ کے بطن سے حضرت کے نو بیٹے پیدا ہوئے جو بڑے ہو کر سب کے سب علم و عرفان میں طاق ہوئے اور جامعہ دمشق کے نو ستونوں کے ساتھ دین کے علم کی مختلف فروع کا درس دیتے تھے اور فدایانِ اسلام کی علم کی پیاس بجھاتے تھے اور یوں اپنے والدین کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہوئے۔

(نوٹ:۔اگر ایک عورت کو چھوڑ کر آدمی دوسری زیادہ خوبصورت یا زیادہ دولت والی یا زیادہ علم والی عورت کی طرف رغبت کرے تو پھر جب ایک سے ایک بڑھ کر عورت دنیا میں موجود ہے تو کیا آدمی ہر بار ایک کے بعد دوسری کی ہوس میں گرفتار رہے گا۔ایسا آدمی انسان نہ ہوا حواس باختہ، ہوسناک شیطان ہوا۔)

سورہ الرّوم میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لئے ان کی جنس سے جواز واج بنائے اور ان کے درمیان جو محبت اور پیار رکھا اس کا مقصد مردوں کو سکون پہنچانا تھا کیونکہ مرد جس کے ذمے روزی کمانا گھر کی مالی ضرورتیں پوری کرنا اور حاکم اور نگران کی حیثیت سے نظم برقرار رکھنا ہے اس کو سکون کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔پس جو صالح عورتیں ہوتی ہیں وہ طاعت شعار ہوتی ہیں۔ شوہروں کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

Marfat.com

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرد تلاشِ معاش میں چالاک دنیا کے ہاتھوں نقصان اٹھاتا ہے۔ مایوسیوں میں گھر جاتا ہے۔ایسے میں عورت اس کی ڈھارس بندھاتی ہے مفید مشوروں سے اس کا حوصلہ بڑھاتی ہے۔اللہ کی ذات پر اس کا توکل بڑھاتی ہے۔پس وہ نئے ولولے سے تلاشِ معاش میں نکل پڑتا ہے اور اللہ اس کے حالات سنوار دیتا ہے۔بس یہ عورت ہی ہے جو شوہر کی خوشدلی سے خدمت کرتی ہے، بوقتِ ضرورت اس کی ہمت بڑھاتی ہے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اٹھاتی ہے اور شوہر کا دل جیت کر گھر کو جنت بنا دیتی ہے۔

یہی عورت اگر پھوہڑ پن سے بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ سے بگاڑ دے، ان کی صحیح تربیت نہ کرے، اللہ کی دی نعمتوں (معصوم اولاد اور مہربان شوہر) کی قدر نہ کرے تو وہ اپنے گھر کو جہنم کا نمونہ بنا دیتی ہے۔اگر شوہر پوچھ گچھ کرے تو اس کے خلاف بھی زبان چلائے گی اور گھر کا سکون برباد کر دے گی وہ بچوں کو شفقت اور پیار نہ دے بڑوں کا حسب مراتب احترام نہ کرے تو اس کے گھر کی برکت اڑ جائے گی۔گھر کا ہر فرد شاکی ہوگا، کسی کی زبان سے شکریہ نہ ادا ہوگا۔

گھر کی خرابی کی دوسری وجہ خاتونِ خانہ کی بے انصافی ہے۔اگر وہ اپنی اولاد اور میکے والوں کے مقابلے میں اپنے شوہر اور اس کے والدین اور بہن بھائیوں کو حقیر جانے، کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر معاملوں میں بھاری فرق روا رکھے تو ایسی عورت کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوگا چاہے ایسی عورتیں گنتی کی ساری نمازیں پڑھیں اور شرعی پردے کا بھاری اہتمام بھی کریں۔انہیں بھولنا نہیں چاہیے کہ ایک روز ان کو احکم الحاکمین کے سامنے پیش ہونا ہے۔وہاں کی شرمندگی سے بچنے کے لئے ابھی سے اپنا عمل درست کر لیں۔

اسی طرح اس عورت کے لئے بھی جہنم کی وعید ہے جس کے ہمسائے اس کی زبان کی شر سے محفوظ نہیں، چاہے وہ باقاعدہ نماز پڑھنے والی ہو، کثرت سے نوافل ادا کرنے والی، تلاوت کرنے والی اور زبانی ذکر کرنے والی ہو۔اسے معلوم ہونا چاہیے کہ جہنم میں تو اکثر عورتیں بے قابو زبان کی وجہ سے ڈالی جائیں گی۔

پھر بعض اوقات مرد ہوائے نفس کی اتباع میں موجودہ بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانے کا سوچتا ہے اور جلد بازی میں موجودہ کو طلاق دے کر اس کو مہر میں دی ہوئی رقم واپس لینا چاہتا ہے کہ اسی رقم کو مہر میں ادا کر کے دوسری بیوی سے نکاح کرے۔اس پر اللہ نے پابندی لگا دی کہ خبردار،

Marfat.com

موجودہ عورت کو مہر کی ادا کی ہوئی رقم چاہے کتنی بڑی رقم دی ہو اس میں سے ایک پائی بھی واپس نہیں لے سکتے اور اسے غیرت دلا کر شرمندہ بھی کیا کہ تو کیسا مرد ہے کہ بیوی کی صحبت سے لطف اندوز ہو چکے ہو اور وہ بیوی بھی تم سے پختہ عہد (نکاح کا عہد) لے چکی ہے ایسا عہد جو اللہ کے حکم کے تحت بیشمار گواہوں کے سامنے لیا گیا تھا جس کے بعد عورت نے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کیا تھا اب اس عہد کو تم اپنی خواہش سے توڑتے ہو تو مہر کی رقم واپس لینے کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے۔ (دیکھیں آیات ۲۱۔۲۰ سورہ النسآء)

مندرجہ بالا واضح ہدایات کے باوجود بعض اوقات میاں بیوی میں علیحدگی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ مرد کو عورت کی طرف سے بدخوئی (زباں درازی، تکبر، ضد، نافرمانی، گستاخی وغیرہ) کی شکایت ہوتی ہے۔ اس صورت میں اس کے لئے ہدایت ہے کہ مرد عورت کو اول زبانی فہمائش کرے۔ دوسرے نمبر پر سونے میں جدائی کی جائے، تیسرے نمبر پر اگر پھر بھی اصلاح نہ ہو تو ہلکی مار بھی روا ہے جس سے نشان نہ پڑے، ہڈی نہ ٹوٹے۔ ان تینوں درجوں کے بعد بھی اصلاح نہ ہو سکے تو عورت کے گھر والوں سے اور مرد کے گھر والوں سے ایک ایک حَکَم بلا کر زوجین کے درمیان صلح کرائی جائے۔ اس پر اللہ کی طرف سے اشارہ ہے کہ اگر دونوں حَکَم صلح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ پاک میاں بیوی کے درمیان موافقت کی راہ نکال دیں گے۔ کیونکہ وہ سب کچھ جانتا ہے باخبر ہے (آیات ۳۵۔۳۴ النساء)

لیکن پھر بھی بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان صلح نہیں ہو پاتی اور طلاق کی نوبت آ ہی جاتی ہے تو طلاق کا صحیح طریقہ جو قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ عورت کو حالتِ طُہر میں ایک مرتبہ طلاق دی جائے، پھر اگر چاہے تو دوسرے طُہر میں دوبارہ ایک طلاق دیدے، اس کے بعد بھی اگر عورت شوہر کو راضی نہیں کر سکتی اور مرد رجوع نہیں کرتا اور میاں بیوی کے درمیان صلح نہیں ہوتی تو تیسرے طُہر میں حتمی فیصلہ کر کے یا تو مرد سیدھی طرح عورت کو اس کی تسلی کر کے روک لے یا بھلے طریقے سے اسے تیسری طلاق دے کر رخصت کر دے۔ بھلے طریقے سے مراد یہ ہے کہ مہر کی رقم اور وہ زیور اور کپڑے جو شوہر اپنی بیوی کو دے چکا ہو ان میں سے کوئی شے بھی واپس مانگنے کا اسے حق نہیں۔ ایسی ذلیل حرکت کو حدیث میں کتے کے فعل سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنی قے کو چاٹ لیتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے یہ اخلاق سکھائے ہیں کہ آدمی جس عورت کو طلاق دے

Marfat.com

اسے رخصت کرتے وقت کچھ نہ کچھ دے کر عزت کے ساتھ رخصت کرے (آیت ۲۲۹، ۲۴۱ سورہ البقرہ)

نوٹ: اس سلسلے میں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ازدواجی مسائل کا واحد حل ''طلاق'' نہیں۔ ایسا حل صرف کمزور فرد ہی سوچتا ہے۔ جبکہ انسان خامیوں کا پتلا ہے لہٰذا انسانی اقدار کو دھیان میں رکھیں خامیوں کو نظر انداز کریں خوبیوں پر توجہ دیں اور خوشگوار ازدواجی زندگی کا لطف اٹھائیں اگر آپ کے شریک سفر میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اسے اپنے معیار تک لے آئیں۔

لیکن اگر مرد تو عورت کو چھوڑنا نہیں چاہتا مگر مرد کے غلط رویے سے یا اس کی ناپسندیدہ حرکات وعادات کی وجہ سے عورت علیحدگی (یعنی نکاح کے بندھن سے آزادی) چاہتی ہو۔ اور یہ بھی کہ زوجین کو اللہ کے حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں کچھ مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرلے۔ شریعت کی اصطلاح میں اسے ''خلع'' کہتے ہیں یعنی عورت کا اپنے شوہر کو کچھ دے دلا کر اس سے طلاق حاصل کرنا۔ یہ معاملہ گھر میں طے ہو جائے تو بہتر ہے اور بالعموم فقہا نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ جو مال شوہر نے اس عورت کو دیا تھا اس کی واپسی سے بڑھ کر مزید کچھ مال اس کو دلوایا جائے۔ (آیت ۲۲۹ سورہ البقرہ)

جب کوئی شخص ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ ان کے درمیان عدل کرے۔ اور عدل سے مراد یہ ہے کہ سب کو نان نفقہ ایک سا دے، سب کو وقت بھی برابر دے۔ سب کے ذاتی حقوق اور ان کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے حقوق کی ادائیگی میں مساوات روا رکھے۔ البتہ دلی چاہت کے حوالے سے سب کے درمیان پورا پورا عدل کرنا محال ہے۔ پس اس قانون الٰہی کا منشا پورا کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ مادی ضرورتیں ان کی برابر پوری کرے اور ایسا نہ ہو کہ ایک بیوی کی طرف اس طرح جھک جائے کہ دوسری کو ادھر لٹکتا چھوڑ دے۔ اس نکتے کو ذہن میں رکھتے ہوئے بندہ عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کے حوالے سے اللہ سے ڈرتا رہے تو اللہ چشم پوشی کرنے والا ہے۔ لیکن اگر زوجین ایک دوسرے سے الگ ہو ہی جاتے ہیں تو اللہ اپنی وسیع قدرت سے ہر ایک کو دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کر دے گا۔ اس کا دامن بہت کشادہ

Marfat.com

ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔ (آیت ۱۳۰ سورہ النسآء) یہ آیت کسی وجہ سے بھی علیحدہ ہونے والے سب جوڑوں کو خوشخبری سناتی ہے۔

(نوٹ: ایک سے زیادہ عورتوں کے درمیان عدل قائم رکھنے کی سب سے عمدہ مثال خود حضورﷺ کی ہے جنہوں نے خود نو ازواج مطہرات کے درمیان عدل قائم کر کے دکھایا جبکہ اکثر مرد دو عورتوں کے درمیان بھی صحیح طور پر عدل قائم نہیں کر پاتے۔ حضورﷺ کو استثنائی صورت میں چار سے زیادہ ازدواج کی اجازات تھی۔)

عورت کے خصوصی احکام:

مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی جسمانی ساخت میں ان کے فطری وظیفے کی مناسبت سے واضح فرق ہے۔ اس وجہ سے ان کے کچھ بھید ہیں جو تمام بالغ عورتیں، شوہر دیدہ ہوں یا کنواری، اچھی طرح جانتی ہیں اور مخصوص حالات میں شریعت کے کیا تقاضے ہیں اور ان کے لئے کیا خصوصی رعایتیں ہیں ان کو بھی وہ اچھی طرح جانتی ہیں۔ ان رازوں اور باتوں کو وہ تمام مرد بھی جانتے ہیں جو کسی عورت سے نکاح کر کے خلوت صحیحہ کا تجربہ کر چکے ہوں۔ اس لئے اس کتاب میں ان کا ذکر مناسب نظر نہیں آتا۔ نابالغ لڑکے لڑکیاں جب بلوغت تک پہنچیں گے اور ازدواجی زندگی میں قدم رکھیں گے تو سب راز ان پر خود بخود کھل جائیں گے۔

بیوہ کی عدت:

اگر کوئی مرد فوت ہو جائے اور اس کی بیوی زندہ ہو تو اس کے لئے چار مہینے دس دن کا سوگ ہے اور یہی اس کی عدت کی مدت ہے۔ اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت جونہی اس کے یہاں بچہ پیدا ہو ختم ہو جائے گی۔ عدت کے خاتمے کے بعد بیوہ کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کے معاملے میں جو چاہے معروف طریقے سے فیصلہ کرے۔ کوئی مرد ایسی بیوہ کے ساتھ نکاح کرنے کا فیصلہ اس وقت تک کھل کر نہ کرے جب تک عورت کی عدت پوری نہ ہو جائے۔ زمانہ عدت میں البتہ کچھ مضائقہ نہیں اگر اشارے کنائے سے نکاح کا ارادہ ظاہر کر دے یا دل میں چھپائے رکھے۔

مطلقہ کی عدت:

جس عورت کو ماہواری آنا بند ہو گئی ہو اور جو نابالغ لڑکی ابھی ماہواری کی عمر کو نہ پہنچی ہو

Marfat.com

ان کو طلاق ہو جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہو گی۔ دوسری عورتوں کی عدت تین حیض بتلائی گئی ہے۔ حاملہ عورت کی عدت جیسے کہ پہلے بتایا گیا وضع حمل تک ہے۔

(نوٹ:۔ عدت ختم ہونے کے بعد عورت آزاد ہے جس سے چاہے نکاح کر کے اپنا گھر نئے سرے سے بسائے اس پر سابق شوہر یا اس کے گھر والوں کا کوئی دباؤ نہیں ہونا چاہیے۔ نیز اللہ طلاق کی صورت میں علیحدہ ہونے والے جوڑوں میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کی محتاجی سے بے نیاز کرنے کے حوالے سے خوشخبری دے چکا ہے۔ وہ کشادہ دست ہے، دانا اور بینا ہے۔ سورۃ النور آیت ۳۲ میں صاف حکم ہے کہ بیوہ اور مطلقہ عورتوں اور مجرد مردوں کا نکاح کر دیا کرو اس میں ہزار مصلحتیں ہیں۔ جھوٹی انا اور لوگوں کی باتوں کی ہرگز پروانہ کی جائے۔)

اسلام میں حیا اور پاکیزگی کو بہت اہمیت دی گئی ہے کیونکہ حیا جب مٹ جائے تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ بے حیا معاشرے میں انسان ہوائے نفس کا بندہ ہوتا ہے۔ مرد و زن کے بے مہار اختلاط سے بدکاری کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اللہ پاک سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۲ میں ارشاد فرماتا ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی اور نہایت بری راہ ہے۔ پس بے حیائی سے قربتِ زنا کے جو دروازے کھلتے ہیں ان سب کو بند کرنا ضروری تھا۔ اس لئے مردوں اور عورتوں کو آنکھیں نیچی رکھ کر نکلنے کا حکم دیا اور عورتوں کو اپنے ستر ڈھانپنے کا حکم دیا۔ عورتوں کو ایک اور خاص حکم دیا کہ وہ اپنا سنگھار غیر محرم کو نہ دکھائیں اور اپنے گریبان پر اوڑھنی ڈال لیں تاکہ ان کی زینت ان کے محرموں کے علاوہ کسی پر نہ کھلے۔ (دیکھیں آیات ۳۱۔۳۰ سورہ النور)۔ نیز عورتوں کو یہ بھی حکم فرمایا کہ اپنے گھروں میں ٹکی رہیں۔ زمانہ جاہلیت میں جیسے عورتیں بن ٹھن کر باہر نکلتی تھیں، مسلمان عورتوں کو حکم ہے کہ بلا ضرورت گھروں سے نہ نکلیں۔ اگر ضرورت کے تحت نکلنا ناگزیر ہو تو مناسب پردے سے نکلو اپنی زینت کو چھپاتے ہوئے۔

جس طرح اسلام میں نہ صرف عورتوں بلکہ مردوں کو بھی اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کا خصوصی حکم دیا گیا ہے، اسی نسبت سے زنا سے بچنے کے لئے پردے کے اور نگاہیں نیچی رکھنے کے بارے میں خصوصی احکام دیے گئے تاکہ نکاح کے بندھن سے باہر بے حیائی کی راہ ہی بند ہو جائے۔ مگر انسان کھلے دشمن شیطان کے ورغلانے سے بے حیائی کا کسی نہ کسی درجہ میں ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ سو اس کی روک تھام کے لئے سورۃ النور میں ایسے جرائم کی سزاؤں کے احکام نازل

Marfat.com

ہوئے تا کہ مسلم معاشرے کے افراد سزا کے خوف سے بے حیائی کے اعمال سے بچے رہیں۔ ذیل میں ان سزاؤں کا اختصار کے ساتھ بیان ہے۔

۱۔ کسی پاک دامن عورت پر زنا کا الزام لگانے والے سے چار عینی گواہ پیش کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اگر وہ نہ کر سکے تو اس کو اسی کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔

۲۔ اگر جرم چار عینی گواہوں کی شہادت سے ثابت ہو جائے جو کہ امر محال ہے کیونکہ اس طرح کھلے ماحول میں جرم کا ارتکاب کوئی بھی نہیں کرتا، البتہ ایک صورت یہ ہے کہ خود جرم کرنے والا اور کرنے والی اعتراف کرلے، حمل قرار پا جانے کی وجہ سے یا ویسے خوف الٰہی کے زیر اثر، تو ان دونوں کو سو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ اگر وہ غیر شادی شدہ ہیں۔ اگر شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت ایسے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان کو سنگسار کیا جائیگا۔ یہ سزا موسوی سنت میں تورات کے تحت دی جاتی تھی اور اسلامی شریعت میں منسوخ نہیں ہوئی بلکہ نبی ﷺ نے یہ سزا ایک عورت پر نافذ کی جس نے خود ارتکاب گناہ کا اقرار کیا اور پاک ہونے کی درخواست کی تھی۔

۳۔ اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور اپنے سوا اور کوئی گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر اعلان کرے کہ وہ الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور عورت سے سزا ٹل جائے گی جب وہ بھی چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں قسم کھا کر یہ بھی کہے کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر (یعنی عورت پر) اللہ کا غضب نازل ہو۔ ان دونوں کے اس طرح قسمیں کھانے کو لعان کہتے ہیں اور لعان کے بعد دونوں میں تفریق کر دی جاتی ہے قاضی کے حکم سے۔ کیونکہ ایسے جوڑے کا باہم نکاح کے بندھن میں معروف طریقے سے قائم رہنا محال ہوگا۔

عورت کا وراثت میں حق:

زمانہ جاہلیت میں، کیا عرب اور کیا کسی اور ملک میں، باپ کی وفات کے بعد اس کے ترکہ میں سے بیوی اور بیٹی کے لئے کچھ حصہ نہیں ہوتا تھا۔ شوہر کی وفات کے بعد بیوہ تو خود ترکہ بن جاتی تھی اور اس کے سسرال والوں میں سے کوئی بھی شخص اس کی مرضی کے خلاف خود اس کو اپنے نکاح میں لے لیتا۔ اگر نکاح نہ بھی کرتے تو بھی اس کو عدت گذارنے کے بعد کہیں نہیں

Marfat.com

جانے دیتے تھے کہ آزاد ہو کر اپنی مرضی سے کسی اور مرد سے نکاح کر کے اپنا گھر نئے سرے سے بسا سکے۔ بلکہ اس کو گھر میں خدمت کے لئے باندی بنا کر باندھ لیتے۔ اسلام دین رحمت نے اس ظلم کا بھی دروازہ بند کر دیا، وہ اس طرح کہ بیوہ کے لئے مرحوم شوہر کے ترکہ میں حصہ مقرر کر دیا (چوتھا حصہ اگر شوہر لاولد تھا اور آٹھواں حصہ اگر اس کی اولاد تھی)۔ اسی طرح بیٹی کا بھی باپ کے ترکے میں حصہ مقرر کر دیا یعنی بیٹے کے مقابلے میں آدھا، مثلاً باپ کے ترکے میں اگر تین لاکھ رقم ہو تو بیٹے کو دو لاکھ اور بیٹی کو ایک لاکھ۔ (دیکھیں آیات ۱۲۔۱۱ سورہ النساء)۔ مگر فی زمانہ ہمارے ملک کے بعض حصوں میں بعض سنگدل اور خودغرض باپوں نے اپنی بیٹیوں کو اپنی جائیداد میں شرعی حصہ سے محروم کرنے کے لئے انوکھا ظلم ایجاد کر لیا ہے۔ وہ اپنی بیٹیوں کا نکاح قرآن کے ساتھ کر دیتے ہیں اور ان کو تمام عمر گھر میں قید کئے رکھتے ہیں۔ وہ جوانی کیسے گزاریں گی، باپوں کے مرنے کے بعد، بے رحم بھائیوں، بھابیوں کی زندگی میں ان کے ساتھ کیسا ہولناک سلوک ہوگا، کوئی اس طرف دھیان نہیں دیتا حالانکہ نبی ﷺ نے اس طرح کے ظلم کو روکنے کے لئے واضح ہدایت دی ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ نکاح میری سنت ہے (معروف طریقے کا نکاح، ایک مرد اور ایک عورت کا آپس میں نکاح) اور جو نکاح سے گریز کرے وہ ہم میں سے نہیں، یعنی ملتِ اسلامیہ کا فرد ہی نہیں۔ پھر جن تین باتوں میں جلدی کرنے کا حکم دیا ان میں سے ایک بالغ لڑکی کا جلد نکاح کرنے کا حکم ہے اس لئے کہ کنواری لڑکی شرم کی وجہ سے خود خاموش رہے گی، اس کا جلدی نکاح ہو جائے گا تو وہ اپنے ان دیکھے زندگی کے ساتھی کے انتظار کی زحمت سے بچ جائے گی ورنہ جوں جوں اس کی عمر بڑھے گی اس کا انتظار بڑھتا جائے گا جو خود اس کے لئے بھی اور اس کے والدین کے لئے بھی تکلیف دہ ہوگا۔

پسند کی شادی:

اگرچہ اسلام مین پسند کی شادی کی اجازت ہے جس کا سہارا لے کر آج کل کی روشن خیال لڑکیاں اور لڑکے والدین کی ناراضگی لے کر خاندان بھر میں بے سکونی پیدا کرتے ہیں، مگر یاد رکھیں کہ یہ اجازت غیر مشروط نہیں۔ اول طرفین کو ایک دوسرے کی دینداری کا اطمینان ہو۔ حسب نسب یعنی کفو کے بارے میں بھی اطمینان ضروری ہے۔ اس کے بعد تعلیم و تربیت کے حوالے سے

Marfat.com

موافقت، حسن وسیرت اور مالی حالت کا نمبر آتا ہے۔

بعض اوقات نہایت کمزور بیک گراؤنڈ کا لڑکا کسی امیر گھرانے کی ناسمجھ لڑکی کو چرب زبانی سے اپنی جھوٹی محبت کے جال میں گرفتار کر لیتا ہے۔ اسی طرح کی کوئی نہایت چالاک لڑکی کسی زیادہ مالدار لڑکے کو اپنی جھوٹی محبت میں گرفتار کر لیتی ہے۔ ظاہر ہے ایسے میں والدین کی مداخلت کے بغیر حقیقت حال معلوم نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ان کی اعانت اور رہنمائی نہایت ضروری ہے۔ البتہ والدین اگر جاہلانہ روایت پرستی کے زیر اثر مثلاً بچپن کی منگنی، یا کسی مرحوم بزرگ کی وصیت کی پاسداری میں یا پھر کسی لالچ کی وجہ سے اولاد پر ایسا فیصلہ ٹھونسنے کی کوشش کریں جس کا کوئی عقلی جواز نہ ہو تو اولاد کو حق ہے کہ سمجھداری سے اپنے زوج کا باہم رضامندی سے انتخاب کر لیں۔ زوجین کے عمر بھر کے نبھا کے لیے عقلی جواز ضروری ہے۔

ایک اور طرح کا ظلم جو عورتوں پر ڈھایا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں خاندانی جھگڑوں میں مرد اکثر قتل ہوتے رہتے ہیں اور نتیجے میں مقتولوں کی جو عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، جو لڑکیاں یتیم ہو جاتی ہیں ان کو اکثر سسرالی خاندان کے افراد کے ہاتھوں طرح طرح کے ظلم سہنے پڑتے ہیں۔ ان کا کوئی پشتیبان نہیں ہوتا۔ پھر ظلم کی ایک شکل اور ہے۔ اکثر مقتول کے وارث قاتلوں سے چند لڑکیاں، (کنواری لڑکیاں بالغ ہوں یا نابالغ) خون بہا کے طور پر وصول کر کے صلح کر لیتے ہیں۔ پھر ان لڑکیوں کا ان کی مرضی کے بغیر جن بوڑھے، لولے لنگڑے، بگڑے تگڑے مردوں سے ان کا نکاح کر دیتے ہیں، وہ لڑکیاں بول نہیں سکتیں اور ساری عمر دکھ سہتی رہتی ہیں۔ سسرالیوں کے طعنے الگ سنتی ہیں اور میکے والوں کو بددعائیں دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتیں۔ بسا اوقات خودکشی کر کے غموں سے، مصیبتوں سے چھٹکارا حاصل کرتی ہیں۔ اس ظلم کو توڑنے کے لئے ہماری پارلیمنٹ کو قانون سازی کرنی چاہیے محض عدالتوں کی طرف سے ازخود نوٹس لے کر انصاف فراہم کرنے کی امید نہ رکھی جائے، نہ ہیومن رائٹس کے اداروں کی مداخلت کی امید کی جائے۔ اسلام میں اس ظلم کی گنجائش ہی نہیں۔

بیوی اور اولاد کا دشمن قرار دینا:

سورہ التغابن آیت ۱۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں

Marfat.com

سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ان سے ہوشیار رہو۔اور اگر تم معاف کرو، عفو و درگذر سے کام لو اور قصور بخش دو تو اللہ غفور الرحیم ہے۔اس سلسلے میں بطور وضاحت بیان کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات بیٹے بیٹیاں نافرمانی کریں، والدین کی مرضی کے خلاف اپنی مرضی سے کوئی کام کریں، کاروبار میں بیوقوفی سے بھاری نقصان اٹھائیں، ناتجربہ کاری سے کسی ایسی عورت یا مرد سے نکاح کریں جو والدین کی نگاہ میں ان کے حق میں مناسب نہ ہو تو ظاہر ہے ماں باپ کو بہت دکھ پہنچے گا کیونکہ وہ اپنی اولاد کو چالاک دنیاداروں کے چنگل میں پھنس کر برباد ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔پھر بھی والدین کو چاہئے کہ وہ اولاد کی جہاں تک عقلاً شرعاً گنجائش ہو، حماقتوں اور کوتاہیوں کو معاف کر دیں، عفو و درگزر سے کام لیں۔نامناسب سختی نہ کریں۔انتقام لینے کا نہ سوچیں کیونکہ اس طرح دنیا کا اور گھر کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔یہی اخلاقی بلندی ہوگی والدین کی اور اسی پر اللہ تعالیٰ والدین کے ساتھ مہربانی کرے گا اور ان کی خطاؤں کو معاف کرے گا (اور ہوسکتا ہے اولاد بھی دھوکے دھکے کھا کر عقل سے کام لے کر والدین کی رضا جوئی کی طرف مائل ہو جائے اور ان کے لئے بالآخر راحت جان بن جائے۔)

مال اور اولاد کو فتنہ کہنا یا اللہ کی یاد سے غافل کرنے والی کہنا:

سورہ التغابن میں ہی اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا اور سورہ المنافقون میں اللہ کی یاد سے غافل کرنے والا کہا۔اور مومنوں کو خبردار کیا کہ فانی مال پر مغرور نہ ہوں اور اولاد (جن میں بیویاں، بیٹے اور بیٹیاں سب شامل ہیں) کی خواہشات کو پورا کرنے میں نہ لگے رہنا اور نہ ان کی مدارات میں منہمک ہو کر اللہ کی یاد سے غافل ہونا، ایسا کرو گے تو ٹوٹے میں رہو گے کیونکہ اللہ جو باقی ہے اس کو چھوڑ کر، فانی مال اور بیوی بچوں کی خواہشوں کو پورا کرنے میں محو ہو کر اللہ کو بھلا دو گے تو گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔

سورہ طٰہٰ میں تو یہ تنبیہ آئی ہے کہ جو کوئی اللہ کی یاد سے منہ پھیرے گا تو اس کی گذران تنگی والی ہوگی اور قیامت کے روز اسے اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔پس ہے نا یہ غفلت اور سراسر گھاٹے کا سودا۔

آخر میں سورہ التحریم کی آیت ٦ کے حوالے سے اللہ پاک کے نصیحت آموز فرمان کی

Marfat.com

طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ بیوی بچوں کی فانی آسائشوں کی فراہمی میں اپنی تمام تر توانائی نہ خرچ کردو بلکہ ان کی ابدی بھلائی کی فکر کرو۔خود کو بھی اور گھر والوں کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن خود انسان اور پتھر ہوں گے،یعنی اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لاؤ،سمجھا کر،ڈرا کر،پیار سے،جس طرح ہو سکے دیندار بنانے کی کوشش کرو۔اس پر بھی اگر وہ راہِ راست پر نہ آئیں (جس کی ذمہ داری اکثر خارجی عوامل پر عائد ہوتی ہے جو حکومتی پالیسیوں کے تحت مکر اللیل والنہار کی صورت میں،سارے معاشرے کو پلید کرتی ہیں) تو ان کی کم بختی۔گھر کا سربراہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرلے تو وہ بے قصور ہوگا۔

اس سلسلے میں والدین کی طرف سے ایک اور قسم کی بے انصافی آج بھی کسی حد تک ہو رہی ہے،ماضی میں بھی خاص طور پر زمانہ جاہلیت میں بھی ہوتی تھی۔اس کی صورت یہ تھی کہ اوّل لڑکی کی پیدائش پر ناگواری محسوس کی جاتی حالانکہ بیٹے دینا،بیٹیاں دینا یا کسی کو اولاد سے محروم رکھنا مطلق اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔اور اللہ جو علیم ہے،قدرت والا ہے وہی جانتا ہے کس جوڑے کو کیا دینا ہے اور کیوں دینا ہے۔کوئی غیر اس معاملے میں دخل نہیں دے سکتا۔

پھر جاہلیت کے زمانے میں بعض مرد ایسے بھی تھے کہ جب ان کو بیٹی کی پیدائش کی خبر ملتی تو وہ دل میں گھٹن محسوس کرتے،ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے،عار کی وجہ سے یا خود اپنی ذات پر غصہ آنے کی وجہ سے۔پھر وہ سوچتے کہ آیا ان بیٹیوں کو عار کے ساتھ برداشت کئے رکھیں یا زمین میں دبا دیں۔(سورہ النحل آیات ۵۸۔۵۹) پھر اکثر ان بیٹیوں کو بالآخر زندہ درگور کر دینے میں عافیت محسوس کرتے۔سارا معاشرہ اس قدر بے حس ہو گیا تھا کہ کوئی اس گھناؤنے جرم سے ان کو روکتا نہ تھا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ تکویر میں انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑا کہ ظالمو! بتاؤ یہ زندہ دفن کی گئی بچی کس جرم میں قتل کی گئی۔(اور یاد رکھیں قیامت کے روز قتل کے مقدموں کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا)۔اس جاہلانہ سوچ کا نبی ﷺ نے یوں توڑ کیا کہ کسی صحابی کے گھر لڑکا پیدا ہوتا تو کسی سے کہہ دیتے کہ جاؤ اس کے گھر میری طرف سے مبارک دے آؤ۔اور کسی کے گھر لڑکی کی ولادت کی خبر سنتے تو خود اس کے گھر مبارک دینے کے لئے تشریف لے جاتے۔ایسے میں امید والی عورت اکثر تمنا کرتی کہ اللہ اس کو بیٹی عطا فرمائے تاکہ نبی ﷺ اس کے گھر تشریف لائیں اور مبارک کے ساتھ خیر و برکت کی دعائیں دیں۔

Marfat.com

حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت کے مطابق اسلام دینِ رحمت کے حامل نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے تین بیٹیوں پر مال خرچ کر کے محبت سے ان کی پرورش کی، ان کو تعلیم دی، ان کی تربیت کی، دین کی باتیں سکھا کر نیکی کی راہ پر ان کو لگایا، جہنم کی آگ سے ان کو بچایا، ان کے لئے جنت کی ضمانت ہے۔ اس پر ایک صحابی نے پوچھا کہ جس نے دو بیٹیوں کی اسی طرح پرورش کی ہو اس کے لئے کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے لئے بھی جنت ہے۔ پھر ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ غزوہ احد میں شہید ہو گیا، مجھ پر تین بہنوں کی پرورش کی ذمہ داری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس ذمہ داری کو اچھی طرح نبھاؤ تو تمہارے لئے بھی جنت ہے۔ اس طرح کی ترغیب کا بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ فتح مکہ کے روز جب آپ ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی یتیم بیٹی آپ کے سامنے آئی تو آپ ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور اس کی کفالت کے لئے آپ بھی اور کئی دیگر رشتے دار اس کی پرورش کا ذمہ اٹھانے کو تیار ہو گئے۔ یہ اس دینِ رحمت کا احسان ہے کہ آج لڑکیوں کو اکثر والدین محبت سے پالتے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت پر دھیان دے رہے ہیں، مال خرچ کرتے ہیں اور آخرت کے اجر کی امید رکھتے ہیں جبکہ پہلے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیتے تھے۔ کہیں کہیں آج بھی اسقاطِ حمل کے ذریعے لوگ بوجوہ اسی طرح کا جرم کرتے ہیں۔ ان کو اللہ کی صفت ربوبیت کا یقین نہیں۔ اللہ ان کے جرم کو کیسے معاف کرے گا۔

Marfat.com

باب ہفتم

رزقِ حلال

انسان روح اور جسم کا مرکب ہے۔ اللہ کی مشیت کے مطابق جب آدمؑ اور ان کی نسل کو اس کرہ ارض پر بسایا گیا تو جیسے نومولود بچے کے لئے اس کے اس دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے اس کی غذا اس کی ماں کے پستانوں میں رکھ دی جاتی ہے اسی طرح اللہ نے نسل انسانی کی تمام جسمانی غذائیں مادر گیتی میں رکھ دیں۔ جس کا ذکر سورہ حٰم السّجدہ آیات ۹، ۱۰ میں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے دو دن میں زمین بنائی۔ پھر اگلے دو روز میں اوپر سے بھاری پہاڑ رکھے اور اس کے اندر برکت رکھی اور خوراکیں بھی رکھ دیں۔ اور یہ سارا کام چار دن میں پورا ہو گیا۔ برکت سے مراد قسم قسم کی کانیں، درخت، پھل، غلے اور معدن وغیرہ ہیں جو زمین سے نکلتے ہیں اور خوراکوں سے مراد زمین پر بسنے والوں کی خوراکیں ہیں جو ایک خاص انداز ے اور حکمت سے زمیں کے اندر رکھ دیں۔ پھر ہر فرد بلکہ جانور بھی اپنی اپنی طبیعت اور ضرورت کے مطابق جسمانی بقا کے لئے خوراک حاصل کرلے گا اور یہ خوراک رسانی کی ربّ کریم کی تدبیر سب ضرورتمندوں کے لیے یکساں ہے۔ انسانوں کی روح کی غذا بھی اللہ کریم کی طرف سے وحی کی صورت میں پیغمبروں کی وساطت سے مہیا کی جاتی رہی اور اس کی خاص حکمت سے آخری نبی سید المرسلین ﷺ کی تعلیم اور آخری وحی کی کتاب القرآن صحیح حالت میں بغیر کسی تحریف کے تمام نوع انسانی کے لئے موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی۔

رزق رسانی کی اس قدر محکم ربانی تدبیر کی موجودگی میں اور ہر انسان کو اللہ نے جو عقل دی ہے اور دو کارکن ہاتھ دیے ہیں پھر بھی تمام انسان اپنی روزی کے حصول کے لئے اکثر پریشان یا شاکی رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے رویوں کے پیش نظر قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان فرمایا۔ ان سب کی تفصیل آنے والے صفحات میں ہے۔ لوگوں کو اکثر روزی کے حصول کے بارے میں شک ہوتا ہے۔ پس حصول رزق کے لئے وہ اللہ کو چھوڑ کر کسی اور ہستی پر آس لگائے ہوتے ہیں یا کبھی بالکل مایوس ہو کر خلافِ عقل حرکت کر بیٹھتے ہیں۔ ان

Marfat.com

سب کے ازالے کے لئے اللہ پاک سورہ ہود کی آیت ۶ میں واضح طور پر بتاتا ہے کہ زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزی میرے ذمے ہے۔ نا امید نہ ہوں وہ میں سب کو پہنچاؤں گا، سورہ الذریٰت آیت ۲۲ میں ارشاد ہے کہ تمہاری روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے یعنی زمین کی روئیدگی بڑھانے کے لئے بارش آسمان سے آئے گی جو میرے اختیار میں ہے اور جنت و دوزخ ثواب وعتاب بھی آسمان میں ہے۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۳۱ میں ارشاد ہے کہ مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالو، ان کو اور تم کو ہم ہی روزی دیتے ہیں۔ یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

سورہ الشوریٰ آیت ۲۷ میں اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر ہم اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتے تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے۔ مگر ایک حساب سے ہم جتنا چاہتے ہیں بندوں کے لئے رزق اتارتے ہیں۔ ہم بیشک اپنے بندوں کی خبر رکھتے اور ان پر نگاہ رکھتے ہیں۔

اللہ جس کو چاہتا ہے رزق کی فراخی بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔ یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاعِ قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (سورہ الرعد آیت ۲۶)۔

(نوٹ:- جب صورتِ حال ایسی ہے جو اوپر بیان ہوئی تو بندوں کا رزق کی تقسیم کے حوالے سے شکایت کرنا بے جا ہے۔ اصل میں اللہ جس کو کھلا رزق دیتا ہے اس کی آزمائش ہے کہ وہ شکر کرتا ہے کہ نہیں اور جس کو نپا تلا دیتا ہے اس کی بھی آزمائش ہے کہ صبر کرتا ہے یا نہیں اور حلال چھوڑ کر حرام پر تو نہیں جا گرتا۔ پس اے لوگو! اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کے احسان کا شکر ادا کرو اگر واقعی تم اسی کی بندگی کرنے والے ہو۔ (سورہ النحل آیت ۱۱۴)

سورہ البقرہ آیات ۱۷۲-۱۷۳ میں ارشاد ہے کہ جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ پابندی یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ خون اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو۔ اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ ہاں اگر حالت مجبوری میں کھائیں جبکہ قانون شکنی کا ارادہ نہ ہو اور ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کیا جائے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

Marfat.com

جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔(سورہ الطلاق آیات ۲۔۳)

اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے؟(سورہ النحل آیات ۶۵۔۶۴) یعنی پیدا ہونے کے ساتھ ہی ماں کے پستانوں سے دودھ کے ذریعے رزق رسانی شروع کر کے آخری لمحے تک بندے کو جو رزق مختلف شکلوں میں پہنچایا جاتا ہے وہ سب کا سب اللہ کے لگے بندھے نظام کے ذریعے نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ وہی آسمان سے پانی برساتا ہے، زمین کے اندر مختلف قسم کی پیداوار کے اگانے کا بندوبست کرتا ہے، جو انسان بھی کھاتے ہیں اور ان کی خدمت کرنے والے جانور بھی کھاتے ہیں۔اس اعلیٰ تدبیر میں اللہ تعالیٰ کا کوئی اور شریک نہیں، نہ ہی کوئی اللہ کی شانِ ربوبیت میں شریک ہونے کی دلیل پیش کر سکتا ہے۔

سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۱ میں مومنوں کو اللہ فرماتا ہے کہ نگاہ اٹھا کر دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو نہ دیکھو جو ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو دے رکھی ہے۔وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزقِ حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اسکے پابند رہو۔حلال رزق کی تاکید کے بعد فوری طور پر نماز کی ادائیگی کی ہدایت میں ربط یہ ہے کہ حلال کی غذا سے عبادت الٰہی کی توفیق ہوتی ہے۔حلال کی غذا نہ ہو تو اول تو عبادت کی توفیق ہی نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی جائے تو ایسی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

سورہ الم نشرح آیات ۶۔۵ میں یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔یہ آیات نبی ﷺ کو سختی کے زمانے میں تسلی دینے کے حوالہ سے ہیں۔ جہاں آپ نے صبر سے اشاعتِ دین میں سختیاں جھیلیں تو اللہ پاک نے آپ ﷺ کا حوصلہ بلند کر کے مشکل کام کو آسان بنا دیا۔آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا اور روحانی کلفت رفع کر کے روحانی راحت دی وہاں اللہ پاک نے دنیوی راحت اور فراخی کا بھی لطیف انداز سے اور تکرار کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے اور واقعی آنے والے دنوں مین تنگی کی جگہ فراخی آتی گئی۔اسی میں

Marfat.com

عام مومن کے لئے نصیحت ہے کہ صبر سے کام لیتا رہے، سچے دل سے اللہ پر اعتماد رکھے، ہر طرف سے ٹوٹ کر اسی سے لو لگائے رکھے تو ضرور اللہ اس کے حق میں آسانی پیدا کرے گا، ایک طرح کی نہیں کئی طرح کی۔۔۔اس مضمون کی حدیثیں بھی ہیں۔

شہد کی مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے، جس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔ یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے اہل فکر کے لئے۔ شہد انسانوں کی غذا بھی ہے اور اللہ پاک نے اس میں انسانوں کے لئے شفا بھی رکھی ہے۔ سو اللہ پاک کی مہربانیوں کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ (سورہ النحل آیت ۶۹)

سورہ الانعام آیت ۱۴۰ میں ارشاد ہے کہ یقیناً خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت اور نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو اللہ پر افترا پردازی کر کے حرام ٹھہرا لیا۔ اس آیت کے پس منظر کے طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ جاہلیت کے دور میں ایک طرف مشرکین کا یہ عمل تھا کہ کچھ جانوروں کو اللہ کے نام اور کچھ کو بتوں کے نام نذر کر دیتے تھے پھر ان پر سواری کرنا ان کا گوشت کھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے۔ دوسری طرف رزق کی تنگی کے خوف سے اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے یا جاہلانہ حمیت کے زیر اثر کسی کو اپنی بیٹی دے کر داماد نہیں بنانا چاہتے تھے نہ بغیر نکاح کے بیٹی کو گھر میں باندھ کر رکھنا چاہتے تھے۔ سو اس وجہ سے ان کو قتل ہی کر دیتے تھے، اس آیت میں جاہلیت کی ان رسموں کو مذموم قرار دے کر مشرکین کو بتایا کہ تم سراسر گھاٹے میں ہو۔ بعض جانوروں کو ایک طرف تم نے اللہ پر طومار باندھ کر اپنے اوپر حرام کر لیا اور دوسری طرف تم نے اللہ کی طرف سے رزق نہ ملنے کے خوف سے اپنی بیٹیوں اور اولاد کو قتل کر کے اللہ پر افترا باندھا۔ سو تم گھاٹے میں ہو اور سزا کے مستوجب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جانور جو گلا گھٹ کر یا بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو یا درندے نے جسے پھاڑا ہو، سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا اور وہ جانور بھی جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو حرام ہے۔ البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھا لے بشرطیکہ گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو۔ ایسی صورت میں بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔'' (سورہ المائدۃ آیت ۳)

Marfat.com

اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لئے حلال ہے مسلمانوں کا کھانا ان کے لئے حلال ہے، اس لئے کہ ان کے متعلق گمان ہے کہ وہ حلال جانوروں کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں۔ اگر پتہ ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر ان کا کھانا بھی حلال نہیں ہے۔ اور حرام جانور کا گوشت کھانا تو کسی طرح بھی حلال نہیں کیونکہ اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے تو وہ مطلق حرام ہے۔

تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو وہ جس جانور کو تمہارے لئے پکڑ رکھیں اس کو بھی تم کھا سکتے ہو۔ البتہ اس پر اللہ کا نام لے لو۔ (سورۃ المائدہ آیت ۴)

اللہ کی دی ہوئی پاک چیزیں بے تکلف کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ خون اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو۔ اور کوئی ایسی چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو اس سے بھی پرہیز کرو۔ ہاں مجبوری کی حالت میں معافی ہے، جب کہ قانون شکنی کا ارادہ نہ ہو مگر اس وقت بھی ضرورت سے تجاوز نہ کرو۔ (سورہ البقرہ آیت ۱۷۳)

آخر میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے جس سے حلال روزی یعنی اکلِ حلال کی اہمیت کا اندازہ ہوگا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک شخص دور دراز کا سفر کرتا ہے، اس کا چہرہ، اس کے کپڑے اور سر کے بال غبار آلود ہیں۔ وہ نہایت عاجزی کے ساتھ خانہ کعبہ میں یارب، یارب پکار کر دعائیں مانگتا ہے مگر اس کی دعا کیسے قبول ہو جبکہ اس کے پیٹ میں غذا حرام کی ہے اس کا لباس حرام کمائی کا ہے۔ پس تمام مومنوں پر فرض ہے کہ وہ روزی حلال طریقے سے حاصل کریں اور خود بھی اور اپنے اہل وعیال کو بھی حلال کی روزی کھلائیں ورنہ ان کی نہ کوئی عبادت قبول ہوگی نہ کوئی دعا قبول ہوگی۔ بندے کو چاہیے کہ اس بات کا یقین رکھے کہ روزی اس کی اللہ کے ذمے ہے اور جب تک اس کی زندگی ہے ظاہر ہے وہ روزی اس کو ضرور ملے گی اور جب تک آدمی اپنا رزق مکمل نہیں کر لیتا اس پر موت نہیں آئے گی۔ پس جو بھی ذریعہ معاش کا وہ استعمال کرے اپنے رب کے حکموں کا دھیان رکھے اور کامل دیانتداری سے روزی کمائے۔ تاجر ہے تو لیتے وقت بیچنے والے کو جھوٹ فریب سے دھوکہ نہ دے، اور دیتے وقت پورا سودا دے اور سودے کا عیب نہ چھپائے۔ مزدور ہے، کاریگر ہے تو مالک کی مرضی کے مطابق پورا وقت دیانتداری سے مزدوری کرے، کام چوری نہ کرے نہ کسی طرح سے مالک کو نقصان پہنچائے۔ ملازم ہے تو مالک کے،

Marfat.com

ادارے کے احکام کامل وفاداری سے بجا لائے۔ نہ وقت ضائع کرے نہ کسی طرح مالک کو، ادارے کو اپنے فائدے کے لئے نقصان پہنچائے۔ صرف حلال طریقے سے کمائی روزی سے اپنی اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کرے۔ کمائی کا پیشہ بھی وہ اختیار کرے جو شریعت کی رو سے جائز ہو۔ اور اس سلسلے میں مزید کچھ بتانے کی ضرورت نہیں کیونکہ ہر شخص دل سے جانتا ہے کہ کیا درست اور حلال ہے اور کیا غلط اور حرام ہے۔ انسان کا ضمیر، اس کا قلب سچا ہے، وہ جھوٹ نہیں بولتا۔ جب بھی شک پیدا ہو، اپنے دل سے فتویٰ لے لیا کرو، وہ ضرور صحیح راہ بتائے گا۔ مالک کے ذمہ بھی فرض ہے کہ مزدور کی اجرت اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کو ادا کرے۔ اس پر بے جا سختی نہ کرے نہ اس کو دھوکہ دے۔

Marfat.com

باب ہشتم

معاشرت

معاشرتی امور میں بھی ہدایت ہمیں قرآن ہی سے ملتی ہے سورہ النساء آیت ۳۲ میں اللہ فرماتا ہے کہ جو کچھ ہم نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے اس کی تمنا نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔ جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے، ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو۔ اس آیت کا رزق سے بالفعل کوئی تعلق نہیں۔ یہ مردوں اور عورتوں کے دائرہ کار میں فرق کے بارے میں ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے شکایت کی تھی ''یارسول اللہ ﷺ عورت کو مرد کے مقابلے میں نصف میراث کیوں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ عورتیں برابری کی تمنا نہ کریں، یہ ایک درجہ میں تحاسد اور تباغض میں آجائے گا۔ پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ مرد پر معاش کی ذمہ داری ہے۔ وہ گھر بسا کے مہر ادا کر کے عورت کو زوجیت میں لیتا ہے۔ پھر عمر بھر اس کے نان نفقہ اور دیگر ضرورتیں پوری کرتا ہے، جبکہ عورت پر ایسی کوئی ذمہ داری نہیں۔ اسی طرح آیت ۳۴ میں اللہ پاک نے مرد کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے کہ وہ گھر کی چھوٹی سی ریاست کا سربراہ ہے۔ اسے اچھے کاموں کا حکم دینے، برائیوں سے روکنے کا اختیار ہے۔ وہ اس چھوٹی سے ریاست کی مالی ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ گھر والوں کی جان مال اور عزت کا حصار ہے۔ اس لئے چونکہ انتظامی ضرورت کے تحت اللہ نے اس کو عورتوں پر فضیلت دی ہے، عورت کو میراث کی تقسیم کے حوالے سے یا اختیارات کی تقسیم کے حوالے سے مردوں کے ساتھ برابری کی تمنا نہیں کرنی چاہئے۔ اس آیت میں ایک بڑی اہم اخلاقی ہدایت دی گئی ہے، جسے ملحوظ رکھا جائے، تو گھریلو زندگی میں بلکہ بسا اوقات وسیع تر اجتماعی معاملات میں خواہ مخواہ برابری کی تمنا کرنے کی بجائے اپنے اپنے نصیب پر شکر کرنے سے سارے معاشرے کو بڑا امن اور سکون ملے گا۔ حسد یا برابری کی خواہش جس کا پورا ہونا محال بھی ہے خلاف مصلحت بھی ہے، اگر مٹ جائے تو لامحالہ سکون اور قناعت کی دولت ملے گی۔

آیت ۱۵ سورہ المائدہ میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ مؤمن یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا

Marfat.com

رفیق نہ بنائیں۔ یہ آپس میں ہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا رفیق بناتا ہے تو اسکا شمار بھی پھر انہی میں ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی راہ نمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام کی شکست و ریخت کو یقینی سمجھ کر دنیاوی فائدوں کی خاطر یہود اور نصاریٰ کے ساتھ دوستی بڑھانا چاہتے تھے۔ آج بھی کچھ ایسے کچے مسلمان از راہِ نفاق یہود اور نصاریٰ کی بڑی طاقتوں سے دوستی یا رفاقت کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا شمار دینِ اسلام سے پھر کر یہود اور نصاریٰ کی آغوش میں پناہ لینے والوں میں ہوگا۔ نیز اسی سورہ کی آیت ۵۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ایسے منافق اور ڈھیلے مسلمان اگر دینِ اسلام چھوڑ کر مرتد ہوتے ہیں تو اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا یا بہت سے ایسے لوگ پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔ جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ یہ ایک طرح سے تمام مسلمانوں کو انتباہ ہے کہ وقتی آزمائشوں سے گھبرا کر اپنے دین کو نہ چھوڑیں، دشمن کے ٹولے میں نہ جائیں بلکہ اپنی نالائقیوں کا تجزیہ کر کے نئے ولولے کے ساتھ دینِ حق سے وابستہ رہیں ورنہ اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں کہ وہ اپنے دین کی خدمت کے لئے تم سے بہتر کردار والے لوگوں کو چن لے اور تمہیں دھتکار دے اور تمہارا دنیا کا بھی نقصان ہو اور آخرت کا بھی۔ یہ ایک طرح سے اسلام کی ابدی سربلندی کی اللہ کی طرف سے ضمانت بھی ہے۔

سورہ النسآء آیت ۵۸ میں اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ امانتوں سے مراد ذمہ داری کے منصب، مذہبی پیشوائی اور سرداری کے مرتبے ہیں۔ اس طرح کی امانتیں نااہل کم ظرف، بداخلاق، بددیانت اور بدکار لوگوں کو ہرگز نہ سونپی جائیں۔ بلکہ ان منصبوں کے لئے اعلیٰ کردار والے، اعلیٰ صلاحیتوں والے لوگوں کو چنا جائے۔ جو جماعتی ذمہ داریاں احسن طریقے سے پوری کرنے کے اہل ہوں۔

نیز آیت ۱۹ سورہ لقمان میں اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز بھی پست رکھو کیونکہ سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی ہوتی ہے۔ اسی طرح آیات ۷۱،۷۰ سورہ الاحزاب میں حکم ہے کہ اللہ سے ڈر کر سیدھی بات کیا کرو، اُس سے بہترین اور

Marfat.com

مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں۔ حقیقت میں اللہ اور رسول علیہ ﷺ کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے۔ جس نے یہ راستہ اختیار کیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ نیز نبی علیہ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ اس امر کی ہے کہ اگر انسان اپنی زبان کی اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

اسی طرح آیت ۸۳ سورہ البقرہ میں حکم ہے کہ لوگوں کے ساتھ اچھی بات کرو (خوبصورتی کے ساتھ بات کرنا دل دکھانے والی باتیں ہرگز نہ کرنا) اور یہ حکم نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دیتے رہنے کے حکم سے پہلے بیان کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اچھے انداز میں بات کرنا اللہ کی نگاہ میں کس قدر اہم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشرے میں اجتماعی امن اور حسنِ معاملہ کے لئے نرمی سے اور بھلے انداز میں بات کرنا بہت اہم ہے۔ اسکے برعکس سخت اور چبھتی ہوئی بات معاشرے میں فساد برپا کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ نیز سورہ المآئدہ آیت ۴۸ میں بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنے کا حکم ہے۔ ظاہر ہے جب ہر شخص ایسی کوشش میں لگا ہو تو سارے معاشرے میں خیر پھیلے گا۔

مجلسی آداب:

سورہ النور آیت ۶۱ میں حکم ہے کہ جب اپنے گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو یہ دعائے خیر اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی بڑی بابرکت اور پاکیزہ ہے۔ ظاہر ہے ایسی دعا گھر کو خیر سے بھر دے گی۔

اسی سورت میں ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تین وقتوں میں جب عموماً زائد کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں یا سونے جاگنے کا لباس تبدیل کیا جاتا ہے اور خاص پردے کے اوقات بھی یہی ہوتے ہیں۔ فجر سے قبل یا دوپہر میں قیلولہ کے وقت یا عشاء کے بعد، ان تین وقتوں میں لونڈیاں غلام اور ناسمجھ بچے بھی بغیر اجازت بڑوں کے کمروں میں داخل نہ ہوں۔ دوسروں کے گھروں میں بھی یعنی رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں میں بھی داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔ اجازت مل جائے تو سلامتی کی دعا دیں۔ اگر اجازت نہ ملے، لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جائیں برا نہ منائیں۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ وارد ہونے

Marfat.com

والے کو پتہ نہیں ہوتا کہ اہلِ خانہ کس حال میں ہیں۔ان کو اس وقت کسی کا اندر آنا پسند ہے کہ نہیں۔معاشرے کے اندر حسن قائم رکھنے کے حوالے سے یہ ادب کا درس ہے۔

نیز حدیث میں ممانعت آئی ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں کانا پھوسی کریں کیونکہ تیسرا آدمی غمگین ہوگا وہ سوچے گا کہ مجھ سے کیا حرکت ہوئی ہے جو کان میں چھپا کر بات کر رہے ہیں۔اسی طرح ایک مجلس میں دو شخص ایسی زبان میں بات کرنا شروع کر دیں جس کو تیسرا ساتھی نہیں سمجھتا تو وہ پریشان ہوگا۔پھر کسی مجلس میں اگر صدر مجلس کھل کر بیٹھنے کا حکم دے تو تعمیل کرنی چاہیے۔یعنی اس طرح بیٹھیں کہ جگہ کھل جائے اور دوسروں کو بھی بیٹھنے کا موقع ملے۔اس سے اللہ اہلِ مجلس کی تنگیوں کو دور کرے گا اور اپنی رحمت کے دروازے کشادہ کرے گا۔اور اگر کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جانا چاہیے۔یعنی کوئی نو وارد آئے اور جگہ نہ پائے تو چاہیے کہ سب لوگ تھوڑا تھوڑا ہٹیں تا کہ حلقہ کشادہ ہو جائے۔اپنی جگہ سے اٹھ کر ذرا پرے حلقہ بنالیں اور دوسروں کو جگہ دیں یہ بالکل مناسب ہے۔ہر شخص اگر صدر کا قرب چاہے گا تو مجلس میں تنگی پیش آئے گی اور بعض اوقات اکابرین کو بھی قریب جگہ نہیں ملے گی۔اس لئے مجلسی نظم قائم رکھنے کے لئے صدرِ مجلس کی اطاعت لازم ہے۔اس میں کسی کو برا محسوس نہیں کرنا چاہیے۔اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں چاہتا بلکہ انتہائی نظم و شائستگی سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے ہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے درجے اور زیادہ بلند کرتا ہے۔یہ متکبر بد دین جاہل گنوار شخص کا کام ہے کہ اتنی سی بات پر لڑ پڑے کہ مجھے یہاں سے کیوں اٹھا دیا اور وہاں کیوں بٹھا دیا، مجلس سے اٹھ جانے کو کیوں کہا۔افسوس کہ آج بہت سے بزعم خود بڑے لوگ بھی اعزاز کے سلسلے میں بے جا نزاع شروع کر دیتے ہیں۔ایک ادب یہ ہے کہ جب کوئی شخص احترام کے ساتھ آپ کو سلام کرے یعنی سلامتی کی دعا دے تو آپ بھی اس کو بہتر طریقے سے دعا دیں یا کم سے کم اسی طرح کی دعا دیں، مثلاً اگر وہ آپ کو السلام علیکم کہے تو آپ وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ کہہ کر دعا دیں یا کم سے کم وعلیکم السلام تو ضرور کہیں۔

اللہ پاک اپنی رحمت عامہ کا سورہ البقرہ آیت ۶۲ اور سورہ المآئدہ آیت ۶۹ میں ان الفاظ کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ اے لوگو! یقین جانو کہ نبی ﷺ کے دین اسلام کو ماننے والے

Marfat.com

ہوں یا یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست صابی ہوں۔ جو بھی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اُس کا اَجر اُس کے رب کے پاس ہے اور اُس کے لئے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں ہے۔ یہاں اللہ اور روز آخر پر ایمان لانے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو ایمان کی مجمل تعریف ہے لیکن ایسا ایمان مفصل مراد ہے جس طرح کہ حضور ﷺ کے اصحاب ایمان لائے تھے کہ اللہ کو مانا اس کی تمام صفات کے ساتھ اور دین اسلام کے تمام احکام کو مان کر عمل کرنے کے ساتھ۔ یہ گویا اس وقت کے تمام مذاہب کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت عام تھی کہ آؤ اس طرح دین اسلام کو پورا پورا تسلیم کرو پھر اللہ سے اجر کی بھی امید رکھو اور ہر رنج اور خوف سے بھی مامون ہو جاؤ۔ آج بھی تمام غیر مسلموں کے لئے یہ دعوت عام ہے اللہ واحد کو ایسے مانیں کہ شرک کا ذرا سا بھی شائبہ نہ ہو، نہ ذات میں کسی اور کو شریک کریں، نہ صفات میں اور نہ اختیارات میں اور آخرت پر بھی پختہ یقین رکھیں کہ ساٹھ ستر سال کی یہ دنیاوی زندگی ہی سب کچھ نہیں بلکہ زندگی کا لمبا دورانیہ، نہ ختم ہونے والا دورانیہ، قبر کے عارضی قرنطینہ کے بعد شروع ہونے والا ہے اور اس کے بعد آپ کو دنیا کے اس عارضی قیام کے دوران جو اختیارات دیئے گئے تھے، ان کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اگر اختیارات اللہ کے سچے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے سے صحیح سمت میں استعمال کئے تھے تو نجات مل جائے گی اور جنت کے غیر مختتم انعامات کے مزے لوٹو گے۔ اگر شیطان کی اتباع میں تفویض کردہ اختیارات کو غلط راہ میں استعمال کیا ہوگا تو بدلے میں جہنم کے قید خانہ میں جہاں ان گنت عقوبتیں ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہوگا۔

یتامیٰ اور مساکین کا حق:

اللہ تعالیٰ اس کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں اور جانداروں کو پالنے والا ہے۔ ان کو زندگی گزارنے کے لئے جس قدر رزق کی ضرورت ہے وہ ان کو فراہم کرتا ہے۔ مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر کسی کو نہایت کھلا رزق نہیں دیتا اگر ایسا کرے تو کوئی کسی کی پروا نہیں کرے گا اور بغاوت اور فساد پھیل جائے گا۔ اس لئے اللہ بعضوں کو کھلا رزق دیتا ہے اور بعضوں کو نپا تلا۔ وہ سب کے احوال کی خبر رکھتا اور جانتا ہے کس کو کتنا دینا ہے۔ اصل میں دونوں کا امتحان مقصود ہے کہ امیر آدمی اللہ کا شکر ادا کرے اور غریب آدمی صبر کرے، بے صبری اور شکوہ نہ

Marfat.com

کرے۔امیر آدمی کا امتحان یہ ہے کہ اللہ اس کو بتاتا ہے کہ اس کو جو مال دیا گیا ہے اس میں مسکینوں اور ان محتاجوں کا حق ہے جو غیرت کی وجہ سے مانگتے نہیں پھرتے۔ایسے یتیموں مسکینوں کے لئے مالداروں نے زکوٰۃ کے علاوہ کچھ حصہ مقرر کر کے رکھا ہوتا ہے۔(سورہ الذٰریٰت آیت ۱۹ اور سورہ معارج آیت ۲۴)۔غریب کا امتحان ایسے ہے کہ وہ صبر کرتا ہے،شکوہ تو نہیں کرتا۔سو بعض تو اس امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں وہ اعلانیہ اور چھپ کر خرچ کرتے ہیں اور اللہ ان کے خرچ کرنے کو اپنے اوپر قرضِ حسنہ قرار دیتا ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ ایسے لوگ اپنی نیکیوں کا اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر پائیں گے۔'' (سورہ البقرہ آیت ۲۴۵ اور سورہ المزمّل آیت ۲۰)۔اور وہ مالدار لوگ ناکام قرار دیئے جائیں گے اور کھلے خسارے میں ہوں گے۔جو نیک کاموں میں خرچ کرنے کے حکم کو یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ان کو اللہ چاہتا تو خود کھلاتا،ان کو ہم کیوں کھانا کھلائیں۔ایسے گستاخوں کا انجام بخل والوں کا سا ہوگا اور بخیل جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا۔یہ کسی کو کھلا رزق دینا اور کسی کو ناپ تلا دینا،حکمت کے محکم اصول کے تحت ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے سے کام لے سکیں اور ایک دوسرے کے کام آسکیں۔اس کی مثال اللہ پاک سورہ الزخرف آیت ۳۵۔۳۳ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک دین پر ہو جائیں تو ہم منکروں کے گھروں کے چھت اور سیڑھیاں چاندی کے بنا دیتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت سونے کے بنا دیتے۔اس لئے کہ اللہ کے ہاں دینوی مال و دولت کی کچھ قدر نہیں۔جب صورتِ حال یہ ہو تو اللہ کے دیئے ہوئے اس مال میں سے جو فی لاصل بالکل حقیر ہے کچھ اللہ کے لیے سوسائٹی کے ہارے ہوئے مسکینوں،یتیموں،حاجتمند فقراء پر خرچ کرنا کیوں کسی کو بھاری محسوس ہو۔بس یہی امتحان ہے امراء کا۔اور فقراء کا امتحان یہ ہے کہ وہ عزت نفس گنوا کر لوگوں سے لپٹ کر مانگنے والے تو نہیں بن گئے۔بندے پر فرض ہے کہ اپنے طور پر حلال روزی کمانے کی فکر کرے۔پھر اللہ جو کچھ دے اس پر قناعت کرے۔یتامیٰ کے حقوق کی پاسداری کے حوالے سے اللہ پاک آیت ۲ سورہ النسآء میں یتیموں کے سرپرستوں کو حکم دیتے ہیں کہ یتیم جونہی سمجھدار ہوں ان کا مال ان کو واپس دے دو۔اپنے برے مال کے بدلے ان کا اچھا مال بھی مت لو اور اُن کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر بھی نہ کھا جانا،یہ بہت بڑا گناہ ہے۔اسی طرح آیت ۱۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ آگ

Marfat.com

سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

یتیموں مسکینوں کی مدد میں مال خرچ کرنے کے حوالے سے اللہ پاک نے ایک عمدہ اخلاقی معیار مقرر کیا ہے وہ یہ کہ دیئے ہوئے مال کا احسان نہ جتاؤ، نہ جس کو دیا ہے اسے کسی طرح کوئی دکھ تکلیف دو یعنی ناجائز تنگ کرو نہ کوئی خدمت اس سے لو اور نہ ہی کسی طرح اس کی تحقیر کرو۔ ثواب کامل حاصل کرنے کے لئے اس معیار کو پورا کرنا ضروری ہے۔ پھر اس کے لئے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں یعنی اس کا اجر ضائع ہوگا نہ کبھی اس کو خرچ پر پریشان ہونے کی نوبت آئے گی۔ دیکھیں آیت ۲۶۲ سورہ البقرہ۔ ایک اور اخلاقی معیار اللہ نے فقراء اور مساکین کو خیرات کرنے کے حوالے سے یہ مقرر کیا ہے کہ اگر فراخدستی نہ ہونے کی وجہ سے بندہ کچھ دینے کی پوزیشن میں نہ ہو تو نرم انداز میں جواب دے۔ سائل کو جھڑکنا ہرگز نہیں، نہ یتیم کو دبانا روا ہے۔ دیکھیں آیت ۲۹ سورۃ بنی اسرآئیل اور آیات ۱۰، ۹ سورہ والضحیٰ۔ اسی طرح یہ بھی بلند حوصلے کی بات ہے کہ اگر کسی نادار رشتہ دار یا محتاج شخص جس کی آپ مدد کرتے تھے اگر اس سے کوئی خطا ہو جائے تو اس کی خطاء معاف کر دیں اور اس کی امداد بند نہ کریں۔ اس اعلیٰ عمل کی وجہ سے اللہ مدد دینے والے کے بھی قصور معاف کرے گا۔ وہ تو بڑا معاف کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے۔

آیت ۲۲ سورہ النور۔

معاشرے کی بقا کی ضمانت:

معاشرے میں بقا کی ضمانت قصاص میں ہے، اگر اللہ پاک نے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم نہ لکھا ہوتا تو طاقتور لوگ ایک شخص کے قتل کے بدلے جب تک کمزور قبیلے کے سو پچاس آدمیوں کو قتل نہ کر لیتے ان کا دل ٹھنڈا نہ ہوتا۔ دوسری طرف ایک قتل کے بعد قاتل کو قصاص میں قتل کرنے سے گریز کرنے والے بھی موجود ہیں۔ اور دنیا کے متعدد ملکوں نے سزائے موت کو بالکل منسوخ کر دیا ہے۔ قرآن اس پر ان اہلِ عقل کو مخاطب کر کے تنبیہ کرتا ہے کہ قصاص میں سوسائٹی کی زندگی ہے جو سوسائٹی انسانی زندگی کا احترام نہ کرنے والوں کو محترم ٹھہراتی ہے وہ دراصل اپنی آستین میں سانپ پالتی ہے۔ ایک قاتل کی جان بچا کر بہت سے بے گناہ انسانوں کی جانیں خطرے میں ڈالنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی یعنی مقتول کا

Marfat.com

وارث جو انسانی برادری کے حوالے سے بھائی ہے اور بھائی کا لفظ استعمال کر کے اللہ نے لطیف طریقے سے نرمی کی سفارش بھی کر دی ہے، انتقام کے غصے کو پی جائے تو یہ اس کی انسانیت کے زیادہ شایانِ شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مخصوص حالات میں مقتول کے وارثوں کو حق دیا ہے کہ وہ قاتل کو معاف کر دیں۔ اس صورت میں عدالت کے لیے جائز نہیں کہ قاتل کی جان ہی لینے پر اصرار کرے۔ البتہ معافی کی صورت میں قاتل کے ذمے خون بہا ادا کرنا لازمی ہوگا (آیات ۱۷۹۔۱۷۸ سورہ البقرہ۔)

ملت اسلامیہ میں فرقہ بندی کا نقصان:

سورہ الروم آیات ۳۲۔۳۱ میں اللہ تعالیٰ پہلے نبی ﷺ کو ہدایت دے رہے ہیں کہ جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتا اسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دیں اور آپ ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک اللہ کے ہو جائیں اور اس کے سچے دین کو توجہ اور یکجہتی سے تھامے رکھیں۔ یہی سیدھا دینِ فطرت ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ پھر حکم دیا کہ فطری دین کی طرف ہو کر اپنے اللہ سے ڈرتے رہو اور ثبوت کے طور پر عملاً نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں میں نہ بنو جنھوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور دین میں کئی فرقے پیدا ہو گئے پھر ہر فرقہ نے جو بھی اصول اور عقائد اپنے لئے ٹھہرائے ہیں اس پر فریفتہ اور مفتون ہے کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اس کے تصور میں نہیں آتا۔ اس طرح ملت اس قدر فرقوں میں بٹ کر کمزور ہو گئی ہے، اور اس کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اللہ نے فرقوں میں بٹ جانے کو شرک کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح ہمارا دین توحید والا ہے کہ اللہ واحد کے علاوہ کوئی کسی قسم کا الہٰ نہیں ہے۔ اسی طرح ہماری ملت اسلامیہ بھی ایک ملتِ واحد ہے۔ اس کے اندر کسی قسم کی تقسیم یا فرقہ بندی روا نہیں ہے۔ سورہ المومنون آیات ۵۳۔۵۲ میں اور سورہ الِ عمران آیت ۱۰۵ میں بھی فرقوں میں بٹ جانے کی مذمت آئی ہے۔

نیز سورہ النساء آیت ۵۹۔۵۸ میں اللہ پاک نے ایمان والوں کو نصیحت کی کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے حاکموں کی بھی۔ اس سے پہلے حاکموں کو عدل کے ساتھ فیصلے کرنے کا حکم دیا گیا تھا پھر فرمایا کہ اگر حاکم اللہ اور رسول ؐ کے صریح حکم کے خلاف حکم دے تو اس کی

Marfat.com

اطاعت نہ کریں بلکہ ایسے تمام تنازعات اور اختلافات میں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کریں کیونکہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرنا ہی مفید ہے۔ آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے کے مقابلے میں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کا انجام بہتر ہوگا۔ مطلب یہ کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے رہنمائی حاصل کریں۔

اگر ایمان والے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان مسلمان صلح کرادیں۔ پھر ان میں سے اگر ایک گروہ زیادتی کر رہا ہو تو زیادتی کرنے والے سے لڑائی کی جائے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر جب وہ پلٹ آئے تو دونوں گروہوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادیں۔ دیکھیں آیت ۹ سورہ الحجرات۔ ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کا تاکیدی حکم سورہ المائدہ میں بھی آیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے ظالم ہے فاسق ہے۔ (نوٹ: سورہ الحجرات کے مذکورہ حکم سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہو یا پھر یو۔این۔او کی طرز کی مسلمان ملکوں کی کوئی تنظیم ہو جو صاحب اختیار ہو جس کا فیصلہ سب اسلامی ممالک بخوشی تسلیم کریں۔ اس تنظیم کے ساتھ ایک فوجی قوت بھی ہونی چاہیے، جس کے ذریعے وہ اپنے فیصلوں کی تعمیل کرانے کے قابل ہو سکے۔) اس سے آگے وہ وجوہات اس سورہ میں بیان کی گئی ہیں، جن سے انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر افراد اور اقوام میں تنازع پیدا ہوتا ہے۔ ایک اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ کسی فرد یا گروہ کا تمسخر اڑایا جائے؛ دوسرے یہ کہ کسی کو عیب نہ لگاؤ نہ چڑانے کے لئے برے نام ڈالو۔ اور یہ بھی کہ بدگمانیوں سے بچو اور کسی کے بھید بھی نہ ٹٹولو اور نہ ہی کسی کی غیبت کی جائے کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ ظاہر ہے اس سے آپ کو گھن آئے گی۔ اور آخر میں یہ بتایا کہ تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو اللہ کا زیادہ ادب کرنے والا ہے اس کی ناراضگی سے زیادہ بچنے والا ہے۔

اسلام امن، سلامتی اور رواداری کا دین ہے:

اگرچہ اللہ کے نزدیک شرک سب سے بڑا ظلم ہے کیونکہ اللہ کا حق ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے نہ ذات میں، نہ صفات میں اور نہ اختیارات میں، اس لئے جو ایسا کرے وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ پھر بھی اللہ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اللہ کے سوا مشرکین جن کو پکارتے

Marfat.com

ہیں تم ان کو گالی نہ دو، نہ برا بھلا کہو کیونکہ ایسا کرو گے تو وہ بغیر سمجھے اللہ کو بے ادبی سے گالیاں دیں گے۔ اپنے دینِ اسلام کی خوبیاں ضرور بیان کرو مگر تبلیغ کے جوش میں آ کر کافروں کے معبودوں کو، ان کے عقیدوں کو ایسا برا نہ کہو کہ خواہ مخواہ دشمنی بڑھے اور تبلیغ کا مقصد فوت ہو جائے۔

لین دین کے معاملے:

اسلام نصیحت کرتا ہے کہ اگر کسی مقررہ مدت کے لئے آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔ اس پر دو آدمیوں کی گواہی بھی لو۔ گواہ ایسے ہوں جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو۔ پھر اگر قرض دار تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اس کو مہلت دو اور اگر صدقہ کر دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ غور کریں اللہ تعالیٰ افرادِ ملت کے درمیان ایثار اور ہمدردی کے جذبات کو کیسے ابھار رہے ہیں۔ اللہ ایسا مہربان ہو اور ملت کا ہر فرد ایسا ایثار کرنے والا ہو تو معاشرہ سارے کا سارا کیوں نہ امن کا گہوارہ بن جائے گا۔ اسی لین دین کے حوالے سے اللہ یہ بھی نصیحت کرتا ہے کہ تجارت میں کسی کو سودا دینا ہو تو پورا ناپ دو ناپنے کی چیز کا اور پورا تول دو تولنے کی جنس کا۔ ڈنڈی مارنے والوں کو تباہی کی وعید سنائی گئی کہ جب سودا لیتے ہیں تو پورا ناپ تول لیتے ہیں اور جب دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں ناپ میں بھی اور تول میں بھی۔ کیا یہ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ یہ ایک بہت سخت وعید ہے کہ ایسے بے انصاف ظالموں کی قیامت کے روز سخت پکڑ ہوگی۔ نیز یہ بھی اللہ کا حکم ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، نہ حاکموں کو اس غرض سے رشوت میں مال پیش کرو کہ تمہیں دوسرے کے مال کا کوئی حصہ قصداً ظالمانہ طریقے سے کھانے کا موقع مل جائے۔

دیکھیں سورہ البقرہ آیت ۱۸۸ اور سورہ المطففین آیات ۱ تا ۶

عام طور پر آدمی اپنے نفع کی غرض سے جھوٹی گواہی دیتا ہے یا زبان مروڑ کر ٹیڑھی میڑھی گواہی دے کر عدالت کو اشتباہ میں ڈال دیتا ہے یا گواہی دیتا ہی نہیں۔ اس کے لئے حکم ہے کہ انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو۔ اگرچہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب اللہ تم سے زیادہ اُس کا خیر خواہ ہے۔ اسلام میں گواہی کی اہمیت از روئے

Marfat.com

انصاف اس آیت میں کمال شان سے بتائی گئی ہے یہ ایسی مثال ہے کہ غیر قومیں بھی اپنے عدالتی قوانین میں گواہ کی اس تعریف کو بلند مقام دیتی ہیں۔ (دیکھیں آیت ۱۳۵۔سورہ النساء)

قسموں کا بیان:

محض عادتاً قسمیں کھا لینے پر کوئی گرفت نہیں۔مگر جو قسمیں جان بوجھ کر کھائی جائیں ان پر مواخذہ ہوگا۔ایسی قسم توڑنے کا کفارہ مقرر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلایا جائے جیسا اپنے بال بچوں کو کھلایا جاتا ہے۔یا انہیں ویسے ہی کپڑے پہنائے جائیں۔ اگر ایسی استطاعت نہیں تو تین دن کے روزے رکھے جائیں۔ اس حکم میں جو سورہ المآئدہ آیت ۸۹ میں نازل ہوا یک تو قسم کو پورا کرنے کی فہمائش کی گئی ہے، دوسرے درجے پر مسکین پروری کی ہدایت کی گئی ہے جو ملت کے اجتماعی مفاد میں ہے۔

قسموں کو آپس میں دھوکہ دینے کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ جھوٹی قسمیں کھانے سے مال تو بک جاتا ہے مگر اس سے برکت اُٹھ جاتی ہے، حقیقی نفع حاصل نہیں ہوتا۔

ملت کے دشمنوں کے ساتھ معاملہ:

دوست اور دشمن میں تمیز کرنا واجب ہے۔اگر کوئی شخص آپ کو سلام کرنے میں پہل کرے تو اچھا گمان کرتے ہوئے اسے مومن سمجھو کیونکہ مومن کا گمان ہمیشہ اچھا ہونا چاہیے۔کسی کے دل کا حال کسی کو معلوم نہیں ہوتا اس لئے ظاہر پر یقین کرنا چاہیے۔ہاں کسی کے دل میں کفر یا نفاق چھپا ہوا ہو اور وہ دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں اللہ ہر وقت تمہاری مدد کرے گا۔تاہم دشمن کو خوف زدہ رکھنے کے لئے حربی طاقت ضرور جمع کرو کیونکہ طاقت والے سے دشمن ڈرتا ہے۔حربی قوت جمع کرنے پر بہت سا مال خرچ کرنا پڑتا ہے، سو اللہ پاک سورہ الانفال کی آیات ۶۱۔۶۰ میں تسلی دیتا ہے کہ جو کچھ تم اس حربی سامان کے جمع کرنے پر خرچ کرو گے وہ اللہ کے راستے میں خرچ تصور ہوگا اور اس کا اللہ پورا پورا بدلہ دے گا۔تمہارے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی۔یعنی تمہیں تمہارا حق مل کر رہے گا۔وہ ایسے کہ دشمن تم سے خوفزدہ رہے گا اور تم امن میں رہو گے اور تمہارا وقار اقوام عالم میں بڑھے گا۔

Marfat.com

پھر اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوتو تم بھی اس کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو یقیناً وہی سب کچھ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ اگر دشمن دھوکے کی نیت رکھتا ہو تو اللہ مسلمانوں کی مدد کے لئے کافی ہے۔ آخر میں سورہ الانفال کی آیت ۱۶۔۱۵ ذہن میں رکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلے میں پیٹھ نہ پھیرو، جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری۔ (الاّ یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے) تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اس سلسلے میں اللہ نے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ تم کمزور بھی ہو تو بھی تم میں سے ایک ہزار جوان دشمن کے دو ہزار جوانوں پر بھاری ہوں گے۔ اس لئے شریعت کا حکم ہے کہ دشمن کی اپنے سے دگنی فوج کے مقابلے میں ہرگز پیٹھ نہ پھیری جائے۔ جان دینی پڑے تو خوشی سے قربان کردو۔ ایسا نہیں کرو گے تو اللہ کا غضب بھی نازل ہوگا اور آخری ٹھکانا بھی جہنم ہوگا۔ اس سلسلے میں اللہ نے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ایک دوسرے مقام میں فرمایا کہ تم کمزور بھی ہو تو بھی تم میں سے ایک ہزار جوان دشمن کے دو ہزادر جوانوں پر بھاری ہوں گے۔ اس لئے شریعت کا حکم ہے کہ دشمن کی اپنے سے دگنی فوج کے مقابلے میں ہرگز پیٹھ نہ پھیری جائے۔ جان دینی پڑے تو خوشی سے قربان کرو۔ ایسا نہیں کرو گے تو اللہ کا غضب بھی نازل ہوگا اور آکری ٹھکانہ بھی جہنم ہوگا۔

خبروں کی تحقیق:

اللہ پاک سورہ الحجرات آیت ۶ میں نصیحت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فاسق شخص خبر لائے تو تحقیق کرلیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بے خبری کے عالم میں کسی قوم یا گروہ پر حملہ کرکے ان کو نادانستہ طور پر نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر جب خبر جھوٹی نکلے تم کو پشیمان ہونا پڑے۔

ہمسائے کے حقوق:

دینِ اسلام میں ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ قطع نظر اس سے کہ ہمسایہ مسلمان ہے یا کافر۔ نیز نبی ﷺ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ ہمسائے کے حق میں جبرائیل نے اس قدر تاکید کی ہے کہ مجھے گمان ہوتا تھا کہ ہمسائے کو شاید ترکہ میں بھی حصہ دار بنادیا جائے گا۔

Marfat.com

باب نہم

عاقبت یا آخرت

اللہ پاک کی ہستی ایک مخفی خزانہ تھی۔ اس کی ایک مخفی مخلوق فرشتوں کی تھی جو نور سے پیدا کی گئی تھی اور ایک مخفی مخلوق جنوں کی تھی جو نار سے پیدا کی گئی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا تو فرشتوں کی جماعت کے سامنے اعلان فرمایا کہ میں اپنی وسیع کائنات کے نہایت چھوٹے سے کرہ ارض میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ کیا آپ زمین میں ایسا نائب مقرر کرنے والے ہیں جو وہاں فساد برپا کرے گا اور ناحق خون بہائے گا، جبکہ ہم آپ کی حمد بیان کرنے والے ہیں اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ یعنی پورے ادب کے ساتھ آپ کی بندگی بجالا رہے ہیں پھر کمی کیا ہے جو زمین میں خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ اس پر اللہ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، یعنی خلیفہ بنانے کی ضرورت و مصلحت میں جانتا ہوں تم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ اپنی جن خدمات کا تم ذکر کر رہے ہو وہ کافی نہیں ہیں۔ بلکہ ان سے بڑھ کر کچھ مطلوب ہے۔ اسی لئے زمین میں ایسی مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ کیا ہے جس کی طرف کچھ اختیارات منتقل کئے جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ پاک نے آدمؑ کو (جو نامزد خلیفہ تھا) ساری چیزوں کے نام سکھائے۔ پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا۔ ''اگر تمہارا خیال صحیح ہے تو ذرا ان چیزوں کے نام بتاؤ۔'' فرشتوں نے عرض کیا ''نقص سے پاک تو آپ ہی ہیں۔ ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والے آپ ہی ہیں''۔ پھر اللہ نے آدم سے کہا کہ تم ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتادیے، تو اللہ نے فرمایا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں، جو تم سے مخفی ہیں اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور وہ بھی جو تم چھپاتے ہو۔ پھر جب اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے جھک جاؤ تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا۔ وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا۔ (ابلیس ناری مخلوق جن کا ایک نہایت نیکوکار فرد تھا جس کو اس کی نیکی اور اطاعت گزاری کی وجہ سے فرشتوں کی جماعت

Marfat.com

میں شرکت نصیب ہوئی تھی مگر جب اس نے اللہ کا حکم ٹالا تو وہ انکار کی وجہ سے فرشتوں کی جماعت سے نکال دیا گیا۔)

پھر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے جدِ امجد حضرت آدمؑ اور ان کی رفیقہ حیات حضرت مائی حوّا کو جنت میں سکونت عطا فرمائی۔ جنت کے میووں میں سے اپنی خواہش کے مطابق کھانے کی اجازت دی صرف ایک درخت کے قریب جانے سے منع کیا۔ مقصد ان کی آزمائش تھی کہ ابلیس کے ورغلانے میں آ کر اللہ کا حکم ٹال کر ممنوعہ درخت کے قریب جاتے ہیں کہ نہیں۔ بس وہ آزمائش میں پورے نہ اترے اور ممنوعہ درخت کا ذائقہ چکھ بیٹھے اور چکھنے کے ساتھ ہی ان کا جنتی لباس اتر گیا اور وہ اپنی شرمگاہوں کو پتوں سے ڈھانپنے لگے۔

اس آزمائش کے بعد اللہ نے آدمؑ، ان کی زوجہ اور ابلیس (شیطان) سب کو جنت سے نکال کر زمین پر اتار دیا۔ زمین میں اللہ نے ان کے جسم کی ضرورت کی خوراکیں پہلے سے جمع کر رکھی تھیں۔ روحانی خوراک یعنی ہدایت اتارتے رہنے کا بھی وعدہ کیا اور کہا کہ تم کو محض ایک قلیل مدت کے لئے وہاں رہنا اور گذر بسر کرنا ہے۔ اس وقت آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا۔

زمین پر اتارتے وقت یہ بھی اللہ نے بتا دیا کہ آدم اور ابلیس (شیطان) ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ ابلیس (شیطن) وار کر کے آدم اور اس کی نسل سے اللہ کی نافرمانی کرائے گا۔ آدم اور اس کی نسل کو دشمن کے وار سے بچ کر اللہ کی فرمانبرداری کی روش نبھانا ہو گی۔ اللہ نے پھر ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو خوشخبری دی کہ ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہو گا (یعنی وہ دنیا میں آزمائش کا وقت کامیابی سے گذار کر پھر اپنے اصلی گھر جنت میں سکونت پائیں گے اور جو ہدایت قبول نہیں کرے گا۔ اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے گا اس کا ٹھکانہ جہنم کے قید خانہ میں ہو گا جہاں اسے ہمیشہ رہنا ہو گا۔)

اس باب میں عاقبت کے ان احوال کا بیان ہے، جن سے انسان کو دنیا کی عارضی زندگی کے خاتمے پر قبر کے قرنطینہ سے گزر کر واسطہ پڑنے والا ہے۔ وہ بڑا دن ہو گا قیامت کا یعنی جب ایک بہت بڑا ہنگامہ برپا ہو گا، سب لوگ قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اس روز آدمی دنیا میں اپنے اعمالِ بد کو یاد کرے گا۔ اس روز جہنم یعنی دوزخ کو اس طرح نکال ظاہر کیا

Marfat.com

جائے گا کہ ہر کوئی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے گا۔ سو جس نے دنیا میں شر کی پیروی کی ہوگی اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور اسے بہتر سمجھ کر اختیار کیا اور آخرت کو بھلا دیا تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہوگا اور جس کسی نے اپنے رب کے سامنے قیامت کے روز پیش ہونے کا دنیاوی زندگی میں خوف رکھا اور اپنے آپ کو جی کی خواہشوں سے روکے رکھا یعنی شر کی طرف مائل نہ ہوا خیر کے کاموں میں زندگی گذاری، پس اس کا ٹھکانہ جنت یعنی بہشت ہوگا (سورہ النزٰعات آیات ۴۱۔۳۴)۔ آنے والے صفحات میں ان دو قسم کے انسانوں کا انجام کیا ہوگا۔ نیکوکاروں کو جنت ملے گی وہ کیسی ہوگی اس میں کیا کیا نعمتیں ہوں گی، برے لوگوں کو جہنم کے قید خانہ میں ہمیشہ کے لئے بند کیا جائے گا اس میں کیسی کیسی عقوبتیں ہوں گی ان کا اختصار سے بیان ہے۔

نیکوکار فرمانبرداروں کا انجام:

نیک لوگوں کے لئے ایسے باغ ہیں جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ ان باغوں کے پھل صورت میں دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے۔ جب کوئی پھل ان کو کھانے کو دیا جائے گا۔ تو وہ کہیں گے کہ ایسے ہی پھل اس سے پہلے دنیا میں ہم کو دیے جاتے تھے (یعنی وہ شکل میں انہی پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے جن سے وہ دنیا میں آشنا تھے البتہ لذت میں وہ ان سے حد درجہ بڑھے ہوئے ہوں گے)۔ نیز ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ عورتوں کے لئے نیک اور طیب مرد ہوں گے۔ دنیا میں اگر شوہر بدتھا تو جنت میں عورت اس کی صحبت سے خلاصی پا جائے گی اور اگر دنیا میں شوہر اور بیوی دونوں نیک ہیں تو جنت میں ان کا یہی رشتہ ابدی و سرمدی ہو جائے گا۔ (سور البقرہ آیت ۲۵)

ایسے نیکوکار جوڑوں کے لئے جو اللہ کی باتوں پر ایمان لائے اور حکم بردار بنے رہے ان کو پکار ہوگی کہ جنت میں تم بھی اور تمہاری عورتیں بھی داخل ہو جائیں کہ تمہاری عزت کی جائے۔ پھر ان کے لئے غلمان سونے کی رکابیاں اور جام لئے پھریں گے اور وہاں ان کے لئے ہر وہ نعمت ہوگی جس کے لئے ان کا دل چاہے گا اور جس سے ان کی آنکھیں آرام پائیں اور ان کا وہاں ہیشگی کا قیام ہوگا۔ (نوٹ: سب سے اعلیٰ چیز جس سے آنکھیں آرام پائیں گی وہ حق سبحانہ کا دیدار ہوگا۔ اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے امین۔) یہ بھی ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی جنت ہے جس کی میراث

Marfat.com

تم نے اپنے نیک اعمال کے بدلے پائی، اور یہ بھی کہ تمہارے لئے اس جنت میں بہت سے میوے ہیں ان میں سے چن چن کر کھاؤ (سورہ الزخرف آیات ۷۳-۶۸)

عورتیں جو جنت میں ملیں گی ان کی چند اور صفات قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ نیچی نگاہ والیاں ہوں گی اور ان سے پہلے قربت نہ کی ہوگی، کسی آدمی نے نہ کسی جن نے۔ یعنی ان کی عصمت کو کسی نے بھی چھوا نہ ہوگا اور نہ انہوں نے اپنے ازواج کے سوا کسی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا ہوگا۔ یہ گویا ان کی حیا اور عفت کی انتہا ہوگی اور خوبصورتی میں وہ لعل اور مونگا کے مانند ہوں گی۔ سورہ الرحمٰن۔ آیت ۵۸-۵۷)

ایک دوسری جگہ قرآن میں مذکور ہے کہ راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر اللہ کے نیک بندوں نے جو بے ریا عبادت کی اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جو جنت میں نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں جس وقت وہ دیکھیں گے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ ان نعمتوں کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ کسی دل میں بھی ان کا خیال نہیں گزرا۔ (آیت ۱۷ سورہ السجدہ)

اللہ کے مقرب بندوں کے درجے مختلف ہیں ایک وہ ہیں جو کمالاتِ علمیہ وعقلیہ اور مراتب تقویٰ میں دوڑ کر آگے نکل گئے، وہ حق تعالیٰ کی رحمتوں اور مراتب قرب میں بھی سب سے آگے ہیں۔ وہ جنت میں جڑاؤ تختوں پر بیٹھے ہوں گے تکیہ لگائے، ایک دوسرے کے سامنے۔ ان کی خدمت میں لڑکے جام اور ستھری شراب کے پیالے لئے پھریں گے۔ شراب ایسی ہوگی جس سے نہ سر دکھے نہ بکواس لگے اور وہاں میوے ہوں گے اپنی پسند کے۔ گوشت ہوگا اڑتے پرندوں کا من بھاتا گوشت، عورتیں ہوں گی گوری بڑی آنکھوں والی جیسے موتی کے دانے اپنے غلاف کے اندر، اور وہ جنت میں کوئی بیہودہ بکواس یا گناہ کی بات نہ سنیں گے بلکہ ہر طرف سے سلام سلام کا بول ہوگا۔ (سورہ الواقعہ آیت ۲۶-۱۰)

ان مقربین کے بعد عام نیک لوگوں کے لئے جنت ایسی ہوگی جس میں بیری کے ایسے درخت ہوں گے، جن میں کانٹے نہ ہوں اور کیلے ہوں تہہ بر تہہ اور لمبے سائے ہوں گے، بہتا پانی ہوگا، میوہ جات ہوں گے بہت سارے، نہ اس میں کوئی ٹوٹا ہوگا نہ روکا اور اونچے خوبصورت بچھونے ہوں گے اور حوریں اور دنیا کی نیک عورتیں ہوں گی جوان کو جنت میں ملیں گی۔ ان عورتوں

Marfat.com

کی پیدائش اور اٹھان خدا کی قدرت سے ایسی ہوگی کہ ہمیشہ خوبصورت جوان رہیں گی جن کی باتوں اور طرز و انداز پر بے ساختہ پیار آئے اور سب کو آپس میں ہم عمر رکھا جائے گا اور ان کے ازواج کے ساتھ عمر کا تناسب برابر قائم رہے گا (آیت ۳۸۔۳۷ سورہ الواقعہ)

(نوٹ: نیک لوگوں کا جنت میں داخلہ بے روک ٹوک نہیں ہوگا بلکہ دنیا میں ان سے جو اعمال اچھے برے سرزد ہوئے ان کا ریکارڈ فرشتوں نے ساتھ ساتھ رکھا ہوگا اس اعمال نامے کا اللہ پاک کی کچہری میں معائنہ ہوگا اور جس کی نیکیوں کا پلہ تول میں بھاری ہوگا وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا یعنی وہ اللہ کی رحمت والی جگہ جنت کا حقدار ہوگا۔ ان کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور ان کا حساب نہایت آسان ہوگا۔ جس کا گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا یعنی جس نے فرمانبرداری کے خلاف کافرانہ روش اختیار کی ہوگی اس کا ٹھکانہ ہاویہ یعنی دوزخ کا عقوبت خانہ ہوگا۔ ان کو اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے اور ان کا حساب نہایت سختی سے ہوگا۔ پس بہشت میں داخلے کا جن کو پروانہ ملے گا وہ انعام یافتہ لوگ چار گروہوں میں ہوں گے۔ ایک انبیاء کا گروہ، دوسرا صدیقین کا، تیسرا شہداء کا اور چوتھا صالحین کا۔ اول انبیاء کا گروہ تو قطعی معصوم ہوگا ان سے کوئی لغزش بشری کمزوری کے باعث ہوئی تو اللہ پاک ان مخلصین کو بروقت آگاہ کر کے ان کو معاف کر دیتا ہے اور وہ سو فیصد معصوم ہی رہتے ہیں۔ دوسری تینوں اقسام کے مومن بالکل معصوم نہیں ہوتے ان سے چھوٹی موٹی خطائیں ہو جاتی ہیں مگر وہ فوراً آگاہ ہو کر توبہ کرتے ہیں اور اللہ اپنی صفت غفاری سے ان کی توبہ قبول کر کے ان کو معاف کر دیتا ہے اور ان پاک نفوس کو جنت میں داخلے کا پروانہ مل جاتا ہے۔

جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے کر جی کی خواہشوں کی پیروی میں زندگی گزار دی اور رب کی فرمانبرداری سے منہ موڑے رکھا۔ ظاہر ہے ان کا نامہ اعمال گناہوں کی کثرت سے بھرا ہوگا ترازو میں ان کا نیکیوں کا تول ہلکا ہوگا۔ ان کا ٹھکانہ ان کے اعمال بد کی کثرت کی وجہ سے جہنم کے قید خانہ میں ہوگا۔ اور یہ جنت اور جہنم کے فیصلے عدل کے تمام تقاضے پورے کرنے کے بعد ہوں گے۔ جنت میں جانے والوں کو جنت کے فرشتے سلامتی کی دعا دیں گے خوش آمدید کہہ کر جنت میں داخلے کی مبارک دیں گے۔ وہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کریں گے اور کہیں گے اللہ نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا ہے۔ ہم جنت

Marfat.com

میں جہاں چاہیں مقام کریں۔ یہ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ہوگا۔ (سورہ الزمر آیت ۴۷۔۷۳)

جن کے بارے جہنم میں داخلے کا فیصلہ ہوگا وہ بھی عدل کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد ہوگا۔ جہنمی خود اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے۔ اگر وہ زبان سے انکار کریں گے تو مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ بلکہ ان کے کان، آنکھیں اور ان کی کھالیں بھی ان کے اعمال بد کی گواہی دیں گی۔ وہ متعجب ہو کر ان اعضاء سے پوچھیں گے کہ تم نے بھی ہمارے خلاف گواہی دی، آخر کیوں؟ وہ جواب دیں گی ہمیں بھی اسی اللہ نے گویائی دی ہے جس نے ہر گویا چیز کو گویائی دی''۔ (آیت ۱۱ سورہ الملک، آیت ۶۵ سورہ یٰسین، آیت ۲۲،۲۰ سورہ حٰم السجدہ)۔ ان جہنم میں جانے والوں کی بھی کئی قسمیں ہوں گی۔ ان میں مشرک ہوں گے۔ کافر ہوں گے، منافق ہونگے، نماز نہ پڑھنے والے ہوں گے۔ مسکینوں کو طعام نہ دینے والے ہونگے (یعنی فقیروں مسکینوں کی طرف سے غافل) اللہ کی باتوں میں کیڑے نکالتے ہوں گے اور مرتے دم تک قیامت کے دن کو جھٹلاتے رہنے والے ہوں گے۔ ان سب کو اعمالِ بد کی مناسبت سے جہنم کے مختلف طبقات میں قید کر کے طرح طرح کے عذاب دیے جائیں گے۔

بداعمال نافرمانوں کا انجام:

اس بدقسمت گروہ میں منافق ہیں۔ مشرک ہیں، کافر ہیں اور وہ مسلمان بھی ہیں جنہوں نے اچھے عمل بھی کئے اور برے بھی، مگر ان کے برے اعمال اچھے اعمال سے زیادہ ہوں گے اور آخرت میں جب وزن کیا جائے گا تو ان کی نیکیوں کا تول ہلکا نکلے گا۔ ایسوں کے لئے ایمان کی متاع رکھنے کے باعث ہمیشہ کی جہنم کی قید نہیں ہوگی بلکہ ان کی قید کی مدت ان کے گناہوں کی تعداد یا سنگینی کی مناسبت سے متفاوت ہوگی۔ اور جونہی کسی کی وہ مدت ختم ہوگی یعنی جب سزا جھیل کر وہ پاک ہو جائے گا اس کو جنت میں داخلے کا پروانہ مل جائے گا۔ لیکن منافق، مشرک اور کافر کی جہنم کی قید ہمیشہ کی ہے اسے کبھی وہاں سے خلاصی نہیں ملے گی۔ ان میں جو منافق ہوں گے وہ بالیقین جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے جو ظاہر ہے سب سے زیادہ عقوبتوں والا ہوگا۔ اس نچلے طبقہ کو ھاویہ کہتے ہیں۔ یہ سزا ان کے واسطے اس لئے ہے کہ انہیں کافروں کی دوستی

Marfat.com

سے منع فرمایا گیا تھا پھر بھی انہوں نے اللہ کی مہربانیوں کو ٹھکرا کر اس کے وعدوں کو جھوٹا جان کر کافروں سے دوستی کی، وہ بھی اس موہوم امید پر کہ ان کی دوستی سے ان کو دنیاوی فائدے ملیں گے، عزت و وقار ملے گا۔ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ گواہی دیتا کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں مگر اللہ یہ بھی گواہی دیتا کہ منافق جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو اپنی جان و مال بچانے کے لئے ڈھال بنا رکھا تھا۔ پس ایسے جھوٹے دھوکہ بازوں کے لئے جو ملت کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہیں، (ایسے لوگ ماضی میں بھی تھے اور تا حال بھی ہیں بلکہ آخر تک موجود رہیں گے۔) ان کے لئے جہنم کا بھی سب سے زیادہ المناک طبقہ تجویز کیا گیا ہے، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دردناک عذاب جھیلتے رہیں گے۔ (آیت ۱۴۵ سورہ النسآء اور آیات ۱ اور ۲ سورہ المنافقون)

کافروں کے لئے اللہ پاک نے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوں گی اور جب وہ سخت پیاس سے فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا جو مونہوں کو بھون ڈالے گا اور وہ پانی کیا ہی برا ہوگا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہوگی ان کافروں کے لئے جنہوں نے رب کی طرف سے آئے ہوئے حق کو ٹھکرا دیا۔ (آیت ۲۹ سورہ الکہف)

جن لوگوں کو اپنی بدعملی مستحسن معلوم ہوتی ہے اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے رہے اور اپنے پروردگار کے واضح راستے کو چھوڑے رہے وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ان کو پینے کے لئے کھولتا ہوا پانی دیا جائیگا جو ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

کچھ اور اخلاقی برائیوں کے مرتکب لوگ جو پس پشت عیب نکالنے والے اور رو در رو طعنہ دینے والے ہوں گے اور غایت حرص سے مال جمع کرنے والے اور غایت شوق سے اس مال کو گنتے رہتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کا مال ان کے پاس سدا رہے گا مگر یہ مال ہمشیہ ان کو نفع پہنچانے والا نہیں رہے گا اور جبکہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر کے اللہ کے احکام کا صریح منکر بھی ہوں گے تو ان کو سزا کے طور پر اس آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ بھی پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے۔ اور یہ توڑ پھوڑ دینے والی آگ کیسی ہے وہ اللہ کی آگ ہے جو اللہ کے حکم سے سلگائی گئی ہے جو کہ بدن کو لگتے ہی دلوں تک جا پہنچے گی اور وہ آگ ان پر بند کی جائے گی اس طرح سے کہ

Marfat.com

آگ کے بڑے لمبے لمبے شعلوں میں وہ گھرے ہوں گے (دیکھیں سورہ الھمزہ)

نوٹ: قرآن پاک مختلف سورتوں میں منافقوں، مشرکوں، کافروں اور دیگر سنگین گناہوں کے مرتکب مجرموں کو طرح طرح کی جو سزائیں جہنم میں دے گا ان کی ہولناکیوں کا ذکر اس لئے کرتا ہے تاکہ انسان اللہ کی مہربانیوں کا سن کر اگر شکر گذاری کی راہ اختیار نہیں کرتا تو اللہ کے عذاب کی ہولناکیوں کا سن کر ہی ہلاکت کی راہ چھوڑ دے اور صراطِ مستقیم پر چل کر انعام کی طمع میں اسلام (دینِ رحمت) کی آغوش میں آجائے۔ سو اوپر جہنم کی چند ہولناکیوں کا جو ذکر ہوا ہے اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ بعض طبیعتیں نعمتوں کا اتنا اثر نہیں لیتی ہیں جتنا سزا کے خوف سے مائل بہ اصلاح ہو جاتی ہیں۔ سو، کچھ عجب نہیں کہ بعض لوگ اس کا اچھا اثر لے کر سیدھی راہ پر آجائیں۔

(نوٹ: جنت اور دوزخ کے احوال جو اس باب میں قرآنی آیتوں اور احادیث کے حوالے سے بیان کیے گئے ہیں انسان کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ لہذا اس کا ادراک نہایت مشکل تھا۔ تاہم ہماری زبان میں ہماری دنیا کی ادنیٰ سی مشابہت کے حوالے سے بیان کردہ احوال کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔ پس جنت کی انگنت نعمتوں کا ذکر بندے کا انعام حاصل کرنے کے لئے حوصلہ بڑھانے کے لیے ہے اور دوزخ کی ہولناک عقوبتوں کا ذکر اس کو خوف دلا کر خواہشات سے نفس کو روکنے کے لیے ہے۔)

Marfat.com

باب دہم

ایمان کا تقاضا۔محبت

محبت ایک ایسا جذبہ ہے جس کے تحت انسان اپنے محبوب کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے۔اللہ جو مومنوں کا محبوب ہے سورہ الذاریٰت میں ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو محض اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے ان میں خلقۃً ایسی توفیق رکھی ہے کہ چاہیں تو وہ اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں۔ مگر اپنے مہربان آقا کی بندگی کا حق انسان اسی وقت ادا کر سکے گا، جب اس کو اپنے آقا سے غایت درجہ محبت ہوگی۔محبت کا ہونا بھی ایک طبعی امر ہے کیونکہ اللہ کی نعمتیں اس کے عاجز بندے پر اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا کوئی شمار کر ہی نہیں سکتا۔دوسری طرف محبت کا جذبہ اتنا طاقتور ہوتا ہے کہ اس کے تحت انسان محبوب کی خاطر دنیا کے تمام محبوب رشتے اور مرغوب چیزیں تو ایک طرف اپنی جان بھی بے دریغ قربان کر دیتا ہے۔پس دیکھا جائے تو بندگی والا دین اسلام جس کا معنی آقا کی اطاعت کے لئے خوشی سے گردن جھکا دینا ہے تو پھر آقا کا حق ادا اسی وقت ہوگا جب بندۂ مومن اپنے آقا اللہ پاک سے جو اس کا خالق اور رازق بھی ہے غایت درجہ محبت رکھے گا۔

اس محبت کا دعویٰ کرنے والوں سے اللہ پاک مطالبہ کرتا ہے کہ اگر تم محبت رکھتے ہو تو میرے رسول ﷺ کی راہ چلو جو تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے میرا آخری رسول ﷺ ہے اور جو میرے احکام کی تعمیل کر کے تم کو دکھاتا ہے۔اس کی کامل اتباع کر کے جب تم اپنی محبت کا ثبوت فراہم کر چکو گے، تو پھر میں (اللہ) تم سے جوابی محبت کروں گا اور تمہارے گناہ بخش دوں گا کیونکہ میں بخشنے والا مہربان ہوں۔اس طرح کی اللہ پاک اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کا رشتہ قائم کرنے کے بارے میں قرآن پاک میں اور احادیث مبارکہ میں بار بار ذکر آیا ہے۔چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

ا۔ سورہ البقرہ آیت ۱۶۵ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ایمان والے مجھ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔جو دوسرے لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ

Marfat.com

جھوٹے ہیں کیونکہ جب ان کی مرادیں پوری نہیں ہوتیں جب وہ مایوس ہو جاتے ہیں تو بسا اوقات وہ اپنے جھوٹے معبودوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ان کو برا بھلا بھی کہنے سے دریغ نہیں کرتے، مگر سچے مومن جب ان کو آزمائشیں پیش آتی ہیں، مصیبتیں گھیرتی ہیں اور منافق ان کو طرح طرح کے طعنے دیتے ہیں وہ اس وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ سچے ہیں۔ ہمارا ایمان بڑھا ہے کیونکہ ایسی آزمائشیں آنی تھیں اور ہم ثابت قدم ہیں۔ پھر اللہ ان کی ثابت قدمی کی تعریف کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر ثابت قدمی کا ثبوت دے چکے ہیں اور باقی بھی منتظر ہیں کہ کب اللہ پاک ہم سے قربانی مانگیں اور ہم بھی اپنی جانیں نثار کریں۔ایسوں کو اللہ ان کی ثابت قدمی اور صدق مقالی کی اعلیٰ جزا دیں گے۔(دیکھیں آیات ۲۴۔۲۲ سورہ الاحزاب) اصل میں مومن اللہ کے ساتھ شدید نہیں اشد محبت رکھنے والے ہیں اور بقول شاعر

مومن ار عاشق نشد کافر شود

(یعنی مومن اگر عاشق نہ ہو تو وہ گویا کافر ہے عشق و محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے)

۲۔ سورہ البقرہ کی آیت ۱۷۷ میں اللہ پاک ایسے مومنوں کی صفت بیان کرتے ہیں کہ وہ علاوہ زکوٰۃ کے اپنا دل پسند مال رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں وغیرہ پر اللہ کی محبت میں خرچ کرتے ہیں۔

۳۔ سورہ الدھر کی آیات ۹۔۸ میں اللہ ایسے مومنوں کی صفت بیان کرتا ہے جو اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا باوجود خواہش اور احتیاج کے شوق اور خلوص سے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں۔کہیں مصلحت ہو تو زبانِ حال سے بھی کہتے ہیں کہ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں تو خالص اللہ کی خوشی چاہنے کے لیے، نہ تم سے ہم بدلہ چاہتے ہیں نہ احسان مندی۔

۴۔ سورہ المائدہ آیت ۵۴ میں اللہ پاک نے عام مومنوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا (جبکہ روئے سخن ان کچے مسلمانوں کی طرف تھا جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری تھی) کہ جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھرے گا تو اللہ عنقریب ایسی قوم کو لائے گا جن سے خود اللہ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے اور ان کی صفت یہ ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے لئے نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست ہوں گے۔وہ میری راہ میں لڑنے والے ہوں گے

Marfat.com

اور کسی کے الزام سے ڈرنے والے نہیں ہوں گے۔اور یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دیتا ہوں، میں کشائش والا ہوں۔(نوٹ: فی الواقعہ بعد میں کئی ایسے لوگ اور قومیں آئیں جن سے اللہ محبت رکھتا اور جو اللہ سے محبت رکھتے اور جو راہِ حق میں جانیں لڑانے والے بھی تھے اور خشیت وخضوع اور حسنِ نیت واخلاص والی عبادت کے ساتھ اللہ کا فضل اور اس کی رضا بھی ڈھونڈتے تھے۔اسلام کی تاریخ میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں)۔سورہ الفتح کے آخری رکوع میں ایسے مومنوں کی ایک دوسرے انداز میں اللہ پاک صفت بیان فرماتے ہیں۔اس طرح کہ یہ مومن جن کو نبی ﷺ کی معیت کا شرف حاصل ہوا وہ سب کے سب کافروں پر زورآور اور آپس میں نرم دل تو تھے ہی ساتھ ساتھ وہ رکوع اور سجود میں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی بھی ڈھونڈتے تھے۔ان کے چہروں پر نمازوں کی پابندی خصوصاً تہجد کی نماز سے خاص قسم کا نور اور رونق نمایاں تھی گویا خشیت وخضوع اور حسنِ نیت واخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہوں۔حضور ﷺ کے اصحاب اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔اسی حالت کی اللہ پاک یہاں تصویر کشی فرما رہے ہیں۔

۵۔ قرآن پاک کی سورہ توبہ آیت ۲۴ میں اللہ پاک نے مومنوں کو انتباہ بھی کر دیا کہ جب تک تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور جہاد فی سبیل اللہ کو اپنے تمام عزیز رشتے داروں اور تمام مرغوب چیزوں سے زیادہ محبوب نہ جانو گے تم پر اللہ کی سزا کی تلوار لٹکتی رہے گی۔جو لوگ تن آسانی اور دنیا طلبی، مشرکین کی موالات یا دنیوی خواہشات میں پھنس کر احکامِ الٰہی کی تعمیل نہیں کریں گے ان کو کامیابی کا راستہ نہیں مل سکتا۔حدیث میں ہے کہ جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ بیٹھو گے تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، جس سے کبھی نہ نکل سکو گے۔یہاں تک کہ پھر اپنے دین یعنی جہاد فی سبیل اللہ کی طرف واپس آؤ۔

۶۔ ایک حدیث مبارکہ اس مضمون کی ہے کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا، جب تک رسول اللہ ﷺ اس کو اپنے ماں باپ سے، اہل وعیال اور دیگر عزیز رشتہ داروں سے حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔

(نوٹ:۔شق ۵ اور ۶ کے مضامین میں مومنوں کو اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی اہمیت بتائی گئی ہے۔اور الحمد اللہ حضور ﷺ کے اصحاب ایسے ہی محبت کرنے والے تھے۔چونکہ محبت کے

Marfat.com

قرینوں میں ادب پہلا قرینہ ہے اس لیے اصحاب رسول ﷺ جب آپ ﷺ سے کچھ سوال کرتے تو پہلے فداک ابی وامی یا رسول اللہ کہتے پھر جو کچھ پوچھنا ہوتا پوچھتے۔ بعد میں آنے والے مومنوں کے لیے وہ عمدہ نمونہ تھے اور انہی نیک لوگوں کی سنت پر عمل کر کے کئی مختلف ملکوں کے مسلمان زمانہ حال تک یہی جاں نثاری والی رسم محبت نبھار ہے ہیں۔)

بناء کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را

ترجمہ: سچے عاشق جنہوں نے خاک وخون میں تڑپ کر جان دینے کی خوبصورت رسم ایجاد کی تھی، اللہ تعالیٰ ان پاک طینت عاشقوں پر رحمت کرے (آمین)

ایک اور حدیث مبارکہ اس مضمون کی ہے کہ جس نے اللہ کے لئے محبت کی، اللہ کے لئے بغض کیا، اللہ کے لئے خرچ کیا اور اللہ ہی کی خاطر بخل سے کام لیا تو اس نے گویا اپنا ایمان مکمل کیا۔

پھر ایک اور مثال مجازی محبوبوں کے عاشقوں کی ہے جن کے قصے سینہ بہ سینہ لوگوں کو یاد ہیں کہ فرہاد نے شیریں کے لئے تن تنہا پہاڑ کاٹ کر نہر جاری کی تھی قیس نے ریت کو تختی بنا کر انگلی کے قلم سے لیلیٰ لیلیٰ لکھ کر سارا صحرا بھر دیا اور مجنوں بن گیا۔ ان مجازی عاشقوں کے مقابلے میں سچے اللہ کے سچے عاشقوں کا ایک نہایت عمدہ کارنامہ ہے۔ انہوں نے اللہ کا تفویض کردہ مشکل ہدف اپنی کمال جاں نثاری سے پورا کر دکھایا۔ وہ ہدف کیا تھا، اسلام دین حق کو تمام ادیان پر غالب کرنا ایک ایسے ماحول میں جہاں عرب کے اجڈ، ضدی روایت پرست سرداروں کا جن کو مہذب دنیا کی ہوا بھی نہیں لگی تھی سامنا تھا۔ اور عاشق کون تھے، اللہ کے پیارے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کے جاں نثار ساتھی۔ یہ وہی محبت کا نہایت مضبوط داعیہ تھا جس کے زیر اثر آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے انتہائی نامساعد حالات میں اونچے درجے کی قربانیاں دے کر وہ مشکل ہدف پورا کیا اور اس طرح پورا کیا کہ خود اللہ پاک دینِ اسلام میں لوگوں کے فوج در فوج داخل ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور اعلان فرماتے ہیں کہ میں ان جاں نثاروں سے راضی ہوں (سو فیصد)۔ اور یہ جاں نثار مجھ سے راضی ہیں (سو فیصد) یہ ایسی شاباش والی کامیابی ہے کہ دنیا کے کسی اور ادارے نے کبھی مالک کے مقرر کردہ اہداف سو فیصد حاصل نہیں کئے نہ کبھی کوئی مالک

Marfat.com

اپنے کارکنوں سے سو فیصد راضی ہوا ہے نہ ہی کارکن مالک سے کبھی سو فیصد راضی ہوئے۔ بلکہ آئے دن لیبر یونین اور مالکوں کے جھگڑوں کا ہم سنتے رہتے ہیں۔ پس الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم واصحابہ اجمعین۔ آخر میں یہ بتانا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ یہ اللہ پاک کی سنت ہے کہ محبت کرنے والوں کا امتحان بھی لیا جاتا ہے۔ اولاً اللہ ان کو بتاتا ہے کہ تم مطلوبہ درجے کی نیکی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے، جب تک تم اپنے نہایت محبوب مال میں سے اللہ کی راہ میں خوشدلی سے خرچ نہ کردو، اور تمہارے دلوں پر گہری چوٹ نہ پڑے۔

(آیت ۹۲ سورہ الِ عمران)

اس حوالے سے آنحضور ﷺ کا بھی امتحان لیا گیا، جن کو دنیا کے متاع میں سے تین چیزیں پسند تھیں، نیک بیبیاں، خوشبو اور طعام میں گوشت۔ پس ان تینوں حوالوں سے آپ کا امتحان لیا گیا۔ آپ کی امہات المومنین میں سب سے زیادہ چہیتی بی بی حضرت عائشہؓ پر منافقوں نے بہتان باندھ کر طوفان برپا کرکے پورے پچاس روز آپ ﷺ کو تڑپایا تا آنکہ اللہ پاک نے سورہ النور میں حضرت عائشہ کی برأت اور منافقین کی المناک سزا کی آیات نازل فرما کر نبی ﷺ کا گہرا رنج دور کیا۔ آپ ﷺ کے دل پر کیسی چوٹ پڑی تھی۔ یہ آپ ہی جانتے تھے۔ اسی طرح آپ کو جو خوشبو بے حد پسند تھی اس کا امتحان یوں لیا کہ ایک شقی کافر نے آپ کی پیٹھ مبارک پر اونٹ کی بدبودار اوجھڑی رکھ دی اور غلاظت آپ ﷺ کی گردن سے نیچے بہہ کر آپ ﷺ کی پیشانی مبارک جو اپنے مولیٰ کے سامنے فرشِ کعبہ پر سجدہ ریز تھی وہاں تک پہنچ گئی۔ مگر آپ ﷺ نے کیسے اس کو برداشت کیا کتنی سخت چوٹ آپ ﷺ کے دل کو لگی یہ آپ ﷺ ہی کا نازک دل جانتا ہے جو اللہ کی محبت میں ڈوبا خوشدلی سے سارے دکھ جھیل رہا تھا۔

طعام میں گوشت کی مرغوبیت کا بھی امتحان لیا۔ وہ اس طرح کہ کفار مکہ نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے ہاشمی خاندان کے افراد سے قطع تعلق کر کے ان کو شعبِ ابی طالب میں محصور کردیا اور تین سال آپ ﷺ کے خاندان کے افراد نے سخت مصیبت جھیلی۔ کھانے پینے کی اشیاء کی رسد بھی روک دی یہاں تک کہ جھاڑیوں کے پتے اور سوکھے چمڑے ابال کر پیٹ کی آگ بجھانی پڑی۔ اور یہ مصیبت ایک دو ہفتوں یا ایک دو مہینوں کی نہیں تھی پورے تین سال بھوک اور تنگی میں گزارے۔ اسی تنگی کے زمانے میں حضور ﷺ کی زوجہ اوّل ام المومنین حضرت بی بی خدیجہ

Marfat.com

الکبریٰؓ جو ناز و نعمت میں پلی تھیں، وہ دکھ جھیلتے جھیلتے دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اور حضور ﷺ کو صدمے کا پہاڑ دے گئیں۔ پھر آپ ﷺ کے غمگسار، مددگار چچا ابو طالب بھی اسی گھاٹی میں اپنی پروقار حیات کی حسرتناک شام گزار کر عدم آباد کو سدھارے اور نبی ﷺ کو دوہرا صدمہ دے گئے۔ آپ ﷺ کے دکھوں کے حوالے سے اس سال کا ذکر عام الحزن کے طور پر کیا جاتا ہے۔ بالآخر اللہ کے حکم سے دیمک نے کفار کے اس حکم نامے کو چاٹ کر صاف کر دیا جس میں حضور ﷺ کے خاندان کے مقاطعہ کا متفقہ فیصلہ تحریر تھا۔ اور چند نیک نفس افراد نے اس مقاطعہ کو ختم کر کے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کے دیگر افراد کو اپنے گھروں میں لوٹ آنے کا راستہ کھول دیا۔

غرضیکہ یہ ایمان کی متاع یونہی نہیں ملتی۔ اس کی قیمت غایت درجہ محبت اور اطاعت کی صورت میں سختیاں جھیل کر چکانا پڑتی ہے۔ پس بندۂ مومن کا ہر آن امتحان ہے محض کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ کر انعام کی تمنا رکھنا حماقت ہے۔ دانائی اسی میں ہے کہ تمام عمر بندہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام محبت اور اطاعت کے جذبے کے تحت بجالاتا رہے اور پھر بھی عاجزی سے اقرار کرے کہ یا مولیٰ! میں تیری بندگی کا حق ادا نہیں کر سکا۔ بس آپ کی رحمت ہی کا طلبگار ہوں۔ پھر اللہ کی رحمت کیوں نہ جوش میں آئے گی۔ حکم ہوگا ''اے میرے مطمئن بندے! (ہر مصیبت اطمینان سے جھیلنے والے بندے!) آ، میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہو جا (وہ جنت جو میں نے تمہارے لئے تیاری کر رکھی ہے جہاں میں اور میرے فرشتے سلامتی کی دعائیں دیتے ہوئے تیرا استقبال کریں گے۔)

اس محبت والے باب کے اختتام پر ایک بات کی وضاحت ضروری محسوس ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ پاک نے لفظ ''عشق'' کی بجائے لفظ ''محبت'' استعمال کیا ہے۔ ''عشق اگرچہ عربی زبان کا لفظ ہے مگر اس کو متروک غالباً اس لئے کیا گیا کہ شعراء نے اپنے کلام میں اسے بہت گھٹیا معنی میں استعمال کیا یہاں تک کہ خود عاشق ایک باوقار شخصیت ہونے کی بجائے ایسی چیز نظر آتا تھا جس کی مجموعی تصویر پر آدمی کو کبھی رحم آتا اور کبھی ہنسی۔

البتہ حکیم الامت، دانائے راز نے اپنے کلام میں اس لفظ کو نئے معنی پہنا کر اسے مقدس و مطہر بنا دیا جیسے لفظ ''خودی'' کو نئے معنی پہنا کر نیابتِ الٰہی قرار دے کر اسے حدیثِ

Marfat.com

رسول ﷺ کا مصداق یوں بنادیا کہ خودی کو خودشناسی کا مترادف کردیا۔ حدیث پاک ہے کہ "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا گویا اس نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔"

علامہ اقبال نے لفظ "عشق" کو بھی نئے معنی پہنا کر نہایت بلند مرتبہ بنادیا۔ ذیل میں آپ کے چند اشعار بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

(۲) قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اجالا کر دے

(۳) بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

(۴) مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکنِ ما ممکن است

Marfat.com

باب یازدہم

متفرق

گزشتہ دس ابواب میں مختلف موضوعات پر قرآن پاک کی روشنی میں بندۂ مومن کے فرائض کا اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ درمیان میں اللہ پاک کی خاص خاص مہربانیوں کا بھی ذکر آیا جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے۔ چند ایک خصوصی مہربانیوں کا بطور تتمہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ بحری سفر میں جب مسافروں کی کشتیاں اور جہاز طوفانوں میں گھر جاتے ہیں اور ڈوبنے کا شدید خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو اللہ کی مہربان ذات ہی ہوتی ہے جو ان کو بچا کر خشکی پر اتارتی ہے۔ اس ضمن میں عکرمہ بن ابی جہل کا مشہور واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ جب نبی ﷺ نے فتح مکہ کے بعد اپنے ازلی دشمنوں کو عام معافی دے دی تو آپ ﷺ کے زمانے کے فرعون ابو جہل کا بیٹا عکرمہ قبائلی غیرت کی بنا پر عام معافی سے فائدہ اٹھانے کی بجائے مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف بھاگ گیا۔ بحیرہ قلزم میں جس کشتی پر وہ سوار تھا وہ سمندری طلاطم میں پھنس گئی۔ مسافروں نے اس وقت لات، منات، عزیٰ کو پکارنے کی بجائے ایسی مشکل میں اللہ کو خالص کر کے پکارا تو عکرمہ کو خیال آیا کہ اس مشکل میں اگر اللہ واحد ہی نجات دیتا ہے تو وہ نبی محترم جو سچا بھی تھا اور امین بھی، اس کی بات ہم بے وقوفوں نے کیوں نہ مانی، پس جاہلانہ غیرت کو ٹھکرا کر وہ نبی ﷺ کے دامنِ رحمت میں پناہ لینے کے لئے واپس مکہ میں آیا۔ کلمہ شہادت پڑھ کر مومنوں کی جماعت میں شامل ہو گیا اور بقیہ زندگی اس نے اللہ کی مخلصانہ اطاعت میں گزاری اور آخر رومی کافروں کے خلاف جنگوں میں لڑتے لڑتے شہادت کی خلعت پہن کر اللہ کے دربار میں سرخرو ہو کر پہنچ گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

۲۔ اندھیری راتوں میں جب مسافر راہ گم کر بیٹھتے ہیں تو، اللہ ان کو ستاروں کے ذریعے صحیح سمت بتاتا ہے۔

۳۔ اللہ کے فرشتے بندوں کی حفاظت کے لئے ان کے آگے اور پیچھے نگہبانی کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو تو جو بندے صبح گھر سے کام کاج کے لئے نکلتے ہیں شام کو ان کا گھر واپس پہنچنا محال

Marfat.com

ہو جائے۔ (آیت ۱۱ سورۃ الرعد)

۴۔ مضطر شخص جو مصیبتوں کی وجہ سے نہایت مایوس ہو جاتا ہے اور اس پر زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو جاتی ہے۔ اس کی پکار کو اللہ ہی سنتا ہے اور اس کا دکھ دور کر کے اس کو اطمینان دلاتا ہے۔ (آیت ۲۶ سورہ النحل)

۵۔ خشک سالی سے جب زمین مردہ ہو جاتی ہے تو مبارک پانیوں سے اللہ ہی اس کو زندہ کرتا ہے۔ پھر کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ زمین سے غلہ پیدا ہوتا ہے پھل دار درخت اور چارہ بھی، جسے ہم بھی کھاتے ہیں اور ہمارے جانور بھی کھاتے ہیں۔

۶۔ جب ہم بیمار پڑتے ہیں تو یہ اللہ ہی ہے جو ہمیں شفا دیتا ہے۔ دوا دارو کا استعمال اپنی جگہ بطور حیلہ درست ہے مگر حقیقت میں شفا اللہ ہی دیتا ہے۔ دوا میں شفا کا اثر بھی اللہ ہی ڈالتا ہے۔ نیز بیماری کی حالت میں اللہ جس کو صبر کرنے کی توفیق دے جو شکایت نہ کرے اس پر عنایت کا دروازہ کھلتا ہے۔ وہ اللہ کو بھولا ہوا تھا اس کو بیماری میں اللہ کی یاد نصیب ہوئی۔ اس نے گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگی اور اس سے شفا کی بھیک مانگی، تو اللہ سے اس کو شفا بھی ملی اور اس کے گناہ بھی یوں جھڑے جیسے خزاں میں درختوں کے سوکھے پتے جھڑتے ہیں۔ ایسے شخص کے حق میں بیماری ایک طرح کی رحمت ہے اور اس کے صبر کے مضمون میں امتحان کی کامیابی بھی ہے۔ جس پر اللہ کی اس پر مہربانی ہوگی۔ اگر شکایت کرے گا تو بے صبری کی وجہ سے اللہ کی ناراضی مول لے گا جو اس کے حق میں زحمت ہوگی۔ (آیت ۸۰ سورہ الشعراء)

۷۔ گناہ کر کے جب انسان سخت ندامت کے عالم میں گڑگڑا کر معافی مانگتا ہے، تو اللہ اس کی طرف رحمت سے متوجہ ہوتا ہے تا آنکہ اس کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور وہ آئندہ کے لئے گناہوں سے الگ رہنے کا پکا عہد کرتا ہے اور اطاعت گذاری کی راہ اختیار کرتا ہے۔

اللہ کی خصوصی مہربانیوں کے ذکر کے بعد قرآن پاک میں مومن کو جن امور کے بارے میں بار بار نصیحت کی جاتی ہے ان کی ذیل میں وضاحت کی جاتی ہے:

۱۔ ذکر:

قرآن پاک میں جگہ جگہ مومن کو ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جہاں بھی ذکر کرنے کا حکم دیا وہاں

Marfat.com

کثیراً کے اضافے کے ساتھ دیا گیا۔ دشمن سے جنگ کر رہے ہو تو ذکراً کثیراً کا حکم ہے۔ نماز جمعہ سے فارغ ہو کر رزق کی تلاش میں نکلو تو ذکراً کثیراً کا حکم ہے۔ مومن مردوں اور عورتوں کی صفات سورہ الاحزاب میں بیان ہو رہی ہیں تو وہاں جب ذکر کے حوالے سے صفت بیان کی جاتی ہے تو ردھم کو توڑ کر والذاکرین اللہ کثیراً کہا گیا ہے۔ مقصد یوں نظر آتا ہے کہ زبانی ذکر سے بڑھ کر قلبی دھیان ضروری ہے کہ بندہ جو کام کر رہا ہو جس وقت بھی کر رہا ہو اللہ کی رضا کے لئے کرے تا اگر قیامت کے روز پوچھ گچھ ہو تو اس وقت شرمندگی نہ ہو۔ اللہ کی رضا کے لئے نہیں کیا تو عالم کا علم حاصل کر کے آگے تقسیم کرنا، مجاہد کا اسلامی جنگوں میں بہادری کے جوہر دکھا کر شہید ہو جانا، سخی کا بے دریغ دولت لٹانا سب بے وزن ہوگا۔ ظاہر ہے جب یہ سب اعمال اللہ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ محض ناموری کے لیے ہوں گے تو اللہ کی نگاہ میں بے وزن ہی ہوں گے۔

زبانی ذکر کی اہمیت بھی اپنی جگہ پر کم نہیں۔ اس ذکر کے حوالے سے ایک حدیث میں آیا ہے ہے کہ کچھ لوگ اللہ کے ذکر کی خاطر مل بیٹھتے ہیں تو فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں۔ رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ان کا ذکر ان کے سامنے کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں یعنی مقرب فرشتوں کے سامنے۔

آسماں سجدہ کند بہرِ زمینے کہ برو

یک دو کس، یک دو زماں، بہر خدا بنشیند

یعنی جس زمین کے ٹکڑے پر چند ایک اشخاص، چند ایک گھڑیوں کے لئے اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھے ہیں، اس ٹکڑے کی آسمان جھک کر تعظیم کرتا ہے۔ یہ بالواسطہ ان ذاکرین کی تعریف میں ہے۔ پھر اسی حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایسے ذاکرین پر اللہ رحمت اور سکینت کا ضرور نزول کرتا ہے۔ عارفین رحمت کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ جوہر ہے جو قلب پر وارد ہوتا ہے جو تمام روحانی امراض کی دوا ہے اور اللہ والوں کی روحانی غذا بھی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں رات اس حالت میں گذارتا ہوں کہ میرا اللہ مجھ کو کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ یہ بات نہایت قابل غور ہے۔

نیز مادی رزق کی جب اتنی اقسام ہیں ایک سے ایک بڑھ کر، اسی طرح روحانی رزق بھی کئی اقسام کا ہے۔ رحمت، صلوٰۃ، سکینت، سلام، برکت، وغیرہ اور یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ

Marfat.com

اس روحانی رزق کی لذت کے سامنے کائنات کی تمام لذتیں ہیچ ہیں۔ یہ جو آپ اہل اللہ کو دیکھتے ہیں کہ رات بھر اللہ کی بارگاہ میں بیٹھے رہتے ہیں یونہی خشک اور بےلذت تو نہیں بیٹھتے ہیں۔

بقول شاعر

دیدہ باشند از رخِ آں دوست اندک جلوہ

ورنہ از احیائے شب، شب زندہ داراں راچہ حظ

ترجمہ: دوست کے مکھڑے کی کچھ جھلکیاں انہیں ضرور نظر آتی ہوں گی، وگرنہ رات بھر جاگنے کی ان کو کیا پڑی تھی۔

بقول حضرت سلطان باہو

اندر بوٹی مشک مچایا

جان پھلن تے آئی ہو

(جب یہ بوٹی پھول دینے لگی تو میرا باطن مہک اٹھا)

پس محروم ہیں وہ لوگ، کم نصیب ہیں وہ لوگ، جنہیں اس روحانی رزق سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اس سے بڑھ کر بدقسمتی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے ہاں ان کا روحانی راشن کارڈ بنا ہی نہیں۔ جب تک فیضان نہیں ہوتا، عبادت طبیعت پر گراں گذرتی ہے (اِنھا لکبیرۃ الا علی الخشعین) اور فیضان ہو تو نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور زندگی کی سب سے بڑی لذت بن جاتی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔) حضرت خبیبؓ کو جب پھانسی پر لٹکانے کے لئے لے جا رہے تھے، تو کفار نے پوچھا کوئی آرزو ہو تو کہو۔ فرمایا۔ ''مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو''۔ پس اے طالب! تو اپنی نیت کو سیدھا کر اور دل و دماغ کی ہم آہنگی سے کہہ۔

الٰہی انت مقصودی و رضاک مطلوبی

(یا اللہ آپ ہی میرا مقصود ہیں اور آپ کی رضا ہی میرا مطلوب ہے)

پھر کیا ہوگا۔

کارسازِ ما بہ فکرِ کارِ ما

فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

Marfat.com

یعنی ہمارے سارے کام پھر اللہ سنوار دے گا اور ہمارا اپنا فکر کرنا محض آزار ہوگا۔ البتہ عمل ناگزیر ہے۔ نتیجہ اللہ پہ چھوڑیں، فکر نہ کریں۔ راضی برضائے الٰہی رہیں۔

۲۔ توکل:

توکل کا بھی بار بار قرآن پاک میں ذکر آیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اللہ پر جو لوگ توکل کریں گے بھروسہ کریں گے اللہ ان کے لئے کافی ہے۔ یہ وعدہ انسان کی ہر حالت اور ہر حاجت پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ خواہ وہ حالت حسّی ہو یا ظنی ہو، دینی ہو یا دنیاوی ہو، یہ وعدہ ہر لحاظ سے غیر مشروط ہے۔ پس صدقِ دل سے توکل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز مختلف آیات جو قرآن میں توکل کے بارے میں آئی ہیں ان پر غور کرنے سے توکل کی دو قسمیں سمجھ میں آتی ہیں، اول علماً اور دوم عملاً۔ علماً تو یہ ہے کہ ہر امر میں حقیقی مختار کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھے اور اپنے کو ہر امر میں اس کا محتاج خیال کرے۔ یہ توکل تو ہر امر میں عموماً فرض ہے اور اسلامی عقائد کا ایک نہایت اہم جزو ہے۔ قسم دوم توکل عملاً کا ترک اسباب سے تعلق ہے۔ پھر اسباب کی بھی دو قسمیں ہیں اسباب دینیہ اور اسباب دنیویہ۔ اسباب دینیہ جن کے اختیار کرنے کا کوئی دینی نفع حاصل ہو ان کا ترک کرنا مناسب نہیں بلکہ ایسا کرنا کہیں گناہ اور کہیں نقصان کا باعث ہوسکتا ہے، شرعاً بھی اس کا شمار توکل میں نہیں ہوتا، اگر لغتہً اس کو توکل کہا بھی جائے تو یہ توکل مذموم ہے۔ اسباب دنیویہ میں حرام کو ترک کرنا فرض ہے اور حلال میں بھی اسبابِ واہمہ کو ترک کرنا ہوتا ہے۔ یقینی اور ظنی اسباب کو ترک کرنا ضعیف النفس کو جائز نہیں اور قوی النفس کو جائز ہے خصوصاً جب کہ وہ راہِ سلوک پر قدم رکھنے کی خواہش بھی رکھتا ہو۔

۳۔ تقویٰ:

تقویٰ بندۂ مومن کی صفت ہے جس پر قرآن پاک میں بہت زور دیا گیا ہے۔ سورہ البقرہ کی پہلی ہی آیت میں مذکور ہے کہ یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں اور یہ راہ بتلاتی ہے ڈرنے والوں کو یعنی وہ متقی بندے جو اپنے اللہ سے ڈرتے ہیں (ڈرنے سے مراد اللہ کی ناراضگی سے ڈرنے کی ہے ورنہ اللہ کی ذات کوئی ہیبتناک ڈراؤنی ہستی نہیں)۔ ان کو یہ کتاب راستہ دکھاتی ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے اللہ سے خائف ہوگا اس کو امور مرضیہ وغیر مرضیہ، یعنی طاعت

Marfat.com

ومعصیت کی ضرور تلاش ہوگی اور جس نافرمان کے دل میں خوف ہی نہیں اس کو طاعت کی کیا فکر اور معصیت سے کیا اندیشہ۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس جس قسم کی عبادت یا نیک اعمال کا قرآن میں ذکر کیا ہے اس میں علت یہی بتائی ہے تا کہ بندہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے یعنی اس کی رضا کا طالب ہو اور اس کی ناراضگی سے بچے یا ڈرے۔ مثال کے طور پر اسی سورۃ کی آیت ۲۱ میں جہاں تمام لوگوں کو اللہ اپنی بندگی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے وہاں علت یہی بتاتا ہے کہ بندے اللہ کا تقویٰ اختیار کریں پرہیزگار بنیں۔ پھر آیت ۱۸۳ میں جہاں رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنے کی فرضیت مذکور ہے وہاں بھی مدعا یہ ہے کہ بندے تقویٰ اختیار کریں۔ آیت ۱۷۷ میں نیکی کی تعریف تفصیل سے بیان کی تو وہاں بھی یہ فرمایا کہ ایسی نیکی والی صفات کے حامل ہی سچے مومن اور متقی ہیں۔ اسی طرح سورہ الحج کی آیت ۳۷ میں ارشاد ہے کہ تم جو میری خوشنودی کے لئے جانور قربان کرتے ہو ان کا خون مجھ تک پہنچتا ہے نہ گوشت۔ مجھ تک تو تمہارے دل کا تقویٰ یا ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوشدلی اور جوش محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز میری اجازت سے میرے نام پر میرے گھر کے پاس لے جا کر قربان کی ہے۔ گویا اس قربانی سے تم نے ظاہر کر دیا ہے کہ تم خود بھی میری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کو تیار ہو پس یہی وہ تقویٰ ہے جس کا ذکر ایک دوسری آیت ''من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب'' میں کیا گیا ہے اور جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب کی حقیقی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں کی کامیابی اور جہنم سے نجات کی خوشخبری سناتا ہے۔ جیسے سورہ مریم کی آیت ۷۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ سب لوگوں کا جہنم پر ضرور گذر ہوگا کیونکہ جنت میں جانے کا راستہ ہی دوزخ پر رکھا گیا ہے جسے عام محاورے میں پل صراط کہتے ہیں۔ پس متقی لوگ یعنی اللہ سے ڈرنے والے مومنین اپنے اپنے درجے کے موافق وہاں سے صحیح سلامت گزر جائیں گے اور گنہگار الجھ کر دوزخ میں اوندھے منہ گر پڑیں گے۔

اسی طرح سورہ الزمر کی آیت ۲۰ میں اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرنے والے اس کی ناراضگی سے ڈرنے والوں کے واسطے جنت میں آرام دہ جھروکے ہوں گے چنے ہوئے اور ان کے نیچے بہتی ہوئی نہریں ہوں گی (شادابی اور خوش منظری کی علامت) یہ عین اللہ کے وعدے کے مطابق ہوگا اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اس طرح کی قرآن پاک میں متقی لوگوں کی کامیابیوں کا

Marfat.com

کئی جگہ ذکر ہے۔تقویٰ والوں کو جو انعام ملیں گے اور مجرموں کو جو سزا ملے گی اس کی اللہ پاک نے سورۃ الزخرف کے چھٹے رکوع میں یوں تصویر کشی کی ہے کہ قیامت کے دن متقین کو چھوڑ کر باقی سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔صرف ایمان والے متقی فرمانبرداروں کو ان کی ازواج سمیت جنت میں داخلے کا فرمان جاری ہوگا، جہاں ان کی خوب تکریم کی جائے گی۔وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے جبکہ مجرمین ہمیشہ عذاب میں رہیں گے جس میں کبھی کمی نہ آئے گی اور ان کی آس ٹوٹ جائے گی۔پھر وہ جہنم کے داروغہ سے درخواست کریں گے کہ ہمارا کام ہی تمام کر دیا جائے۔وہ کہے گا تم یونہی جہنم میں پڑے رہو گے۔ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے مگر تم میں سے اکثر کو حق ناگوار گزرا۔

۴۔صفائی یا طہارت:

صفائی یا طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔یہ دین اسلام کی خاص صفت ہے۔کسی اور مذہب میں صفائی کے بارے، بدن اور لباس کی صفائی کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں مگر قرآن میں جگہ جگہ ارشاد ہے کہ اللہ پاک مطہّرین یعنی صاف ستھرے لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔جب قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت مشرکین کا اور اہلِ کتاب میں سے خاص طور پر زیادہ عبادت کرنے والے راہبوں کا طریقہ یہ تھا کہ نہایت ذلت والی حالت بنا کر عبادت کرتے تھے۔مشرکین میں سے اکثر خانہ کعبہ کا طواف بالکل ننگے اور گندے بدن کے ساتھ کرتے تھے، عیسائی اور یہودی نہایت گھٹیا اور مختصر لباس میں نہایت گندے بدن کے ساتھ عبادت کرنے میں زیادہ ثواب اور قرب حاصل کرنے کی امید رکھتے تھے۔وہ تو نہ غسل کرتے تھے نہ استنجاء کرتے تھے، نہ ہاتھ منہ اور سر دھوتے تھے۔بال ان کے بے ترتیب بڑھے ہوئے اور میل سے اٹے ہوئے۔غرضیکہ ایسی ہیئت میں اللہ کے سامنے پیش ہوتے کہ کوئی شریف آدمی ان کو ایسی حالت میں قریب نہ پھٹکنے دے چہ جائیکہ اللہ جو جمیل ہے، جمیل اشیاء اور صاف ستھرے لوگوں کو محبوب رکھتا ہے، ان گندے بیوقوف لوگوں کی حاضری قبول کرے۔ہندوؤں میں تپسیا کرنے والے سادھو بھی صرف دو انگل کی لنگوٹی، راکھ ملے بدن اور میل سے اٹے سر کے بالوں کے ساتھ بھگوان کی بھگتی کرتے ہیں۔ایسے ماحول میں اللہ اپنے محبوب بندوں کو حکم دیتا ہے کہ غسل اور وضو کر کے، پوری زینت والے صاف ستھرے

Marfat.com

لباس سے ملبوس ہو کر مسجد میں حاضری کے وقت آیا کرو۔ مسجدیں اللہ کے پاک گھر کی پاکیزہ بیٹیاں ہیں، ان کا ادب ہر مومن پر واجب ہے۔ اس حوالے سے ایک حدیث یہاں بیان کی جاتی ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اس روز جب عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا اللہ جن سات اشخاص کو اس سائے کے نیچے جگہ دے گا ان میں ایک وہ ہوگا جو تکلیفوں میں وضو کر کے عبادت الٰہی کے لئے حاضر ہوگا، دوسرا وہ جو اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چلنے والا ہوگا اور تیسرا وہ جو بھوکے لوگوں کو کھانا کھلانے والا ہوگا۔ پس اسلام میں نہ صرف صفائی اور ستھرا پن نہایت مستحسن ہے بلکہ بھوکوں کو کھانا کھلانا بھی بہت اونچا عمل ہے۔ اس حوالے سے سورۃ الدھر کی آیات ۸۔۹ میں اللہ تعالیٰ نے ان نیک لوگوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مسکینوں، یتیموں کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلاتے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ یہی چیز مومن کو اخلاقِ حسنہ اور سیرتِ فاضلہ کے اس معیار پر پہنچا دیتی ہے کہ دنیا کی کوئی تہذیب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسلام تو سرتاپا رحمتوں والا خوبیوں والا دین ہے۔ کوئی خوبیاں شمار کرنا چاہے تو کر نہ سکے۔

۵۔ شادی اور مرگ کی بے حقیقت رسمیں:

بے حقیقت و جاہلانہ رسموں کا تدارک کرنا بھی تقویٰ کے زمرہ میں آتا ہے۔ ذیل میں ایسی رسموں کے بارے میں شرعی نکتہ نگاہ سے وضاحت کی جاتی ہے:

شادی کی تقریب:

دلہن کی طرف سے جہیز کا ہدیہ اور دولہا کی طرف سے بری کا چڑھاوا دونوں قطعی بے بنیاد ہیں۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ لڑکا اپنی حیثیت کے مطابق مہر ادا کرے اور لڑکی کی رضامندی معلوم کر کے اس کا باپ یا ولی نکاح کا اذن دے۔ پھر کم سے کم دو عادل گواہوں کے سامنے لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو قبول کر کے ازدواجی زندگی کا آغاز کر لیں۔ اگر لڑکے کے گھر میں کچھ نہ ہو جیسے حضرت علیؓ کے معاملے میں تھا، تو گھر چلانے کے لیے کم سے کم ضروری سامان مہر کی رقم سے خرید لیا جائے۔ بقایا رقم لڑکی کی ذات کے لیے ہے۔ حیثیت کے مطابق ولیمہ کی دعوت بے شک سنت ہے مگر بے جا اسراف درست نہیں۔ حضور ﷺ نے کبھی کھجور کے خوشوں سے اور کبھی ستوؤں

Marfat.com

سے دعوت ولیمہ ادا کی۔صرف حضرت زینبؓ کے ساتھ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے ایک بکری ذبح کر کے چند اصحاب جن میں اکثر مساکین شامل تھے دعوت کی۔مہندی اور برات کے کھانوں کی کوئی اصل نہیں۔بری کا چڑھاوا محض دکھاوا ہے۔خاوند جو تحفہ اپنی بیوی کو دینا چاہتا ہے خوشی سے دے۔لوگوں کو نہ دکھائے نہ شاباش چاہے۔نکاح مسجد میں کرنا مسنون ہے۔

مرگ کے مسائل:

موت برحق ہے۔طبعی غم ضرور ہوتا ہے مگر صبر کرنے اور راضی برضا رہنے کا حکم ہے۔ آنسو بہانا، چپکے چپکے رونا جائز ہے۔مگر اونچی آواز نکال کر رونا، زبان سے شکوہ کرنا، سینہ کوبی اور سر پیٹنا ممنوع ہے۔شریعت کا حکم ہے کہ جلد از جلد تجہیز و تکفین کا عمل مکمل کر کے میت کو نماز جنازہ کے بعد اس کی قبر میں اتارا جائے۔نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔میت کو کاندھا دینا، قبر میں اتارنے تک جنازے کے پیچھے چلنا اور قبر پر مٹی ڈالنا مسنون ہے۔میت کے گھر والوں کے لیے، رشتہ داروں یا ہمسایوں کی طرف سے کھانا بھجوانا بھی مسنون ہے۔اللہ کی طرف سے غم آتا ہے، وہی صبر دیتا ہے اور اسی کے حکم سے آہستہ آہستہ غم گھٹتا جاتا ہے۔شریعت نے سوگ تین دن تک جائز رکھا ہے۔ صرف عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس پر چار ماہ اور دس دن کا سوگ واجب ہے۔تیسرا، دسواں اور چالیسواں وغیرہ کی تمام رسمیں بے حقیقت ہیں۔عام رشتہ دار تین روز کے بعد سوگ کی حالت سے باہر نکل آئیں۔مرگ کے گھر والوں پر تعزیت کرنے والوں کو کھانا کھلانا نہ فرض ہے نہ واجب۔مرنے والے کا ترکہ اس کی بیوہ اور یتیم بچوں کے لیے ہے۔ان پر کسی بے حقیقت رسم کی آڑ میں مالی بوجھ نہ ڈالا جائے۔ ہر وہ عمل جو سنت کے خلاف ہے وہ قابلِ گرفت بھی ہے اور مصیبت کا باعث بھی۔اس لیے ظالمانہ و جاہلانہ رسوم سے کنارہ کشی کرنے میں ہی عافیت ہے۔

۶۔حسن خلق:

آخر میں انسان جو جسم اور روح سے مرکب ہے اس کے اندر جو قوائے نفسانیہ رکھی گئی ہیں، ان کے بارے میں کچھ ذکر ہے۔اعضاء بدنیہ کے متناسب اور سڈول ہونے کا نام حسنِ خَلق یعنی خوبصورتی ہے۔روحانی سطح پر قوائے نفسانیہ کے معتدل اور متوسط اور متوازن ہونے کا نام حسنِ خُلق یعنی خوب سیرتی ہے۔روح کی باطنی ترکیب جن قوتوں اور کیفیتوں سے قائم ہوتی ہے ان

Marfat.com

میں چار بنیادی درجہ رکھتی ہیں۔ قوتِ علم، قوتِ غضبیہ، قوتِ شہوت اور قوتِ عقل۔ ان قوائے نفسانیہ میں اعتدال، توازن اور میانہ روی کے زائل یا کم وبیش ہونے سے بدخلقی اور بدسیرتی پیدا ہوتی ہے۔ اگر روح کے یہ چاروں اجزاء اعتدال اور میانہ روی پر قائم ہوں تب خُلقِ حسن ہوگا اللہ تعالیٰ کو حسنِ سیرت مرغوب ہے اور نفس کی اصلاح اور درستگی کا بندوں کو حکم دیا گیا ہے۔ شریعت کے احکام کا بھی یہی مقصد ہے۔ قرآن مجید کی ساری تعلیم کا یہی خلاصہ ہے کہ قوائے باطنیہ کو پاکیزہ، معتدل اور حسین بنا کر اللہ کے حضور پیش کیا جائے۔ نفسِ مطمئنہ کا بھی یہی مفہوم ہے۔

قوت غضبیہ کے اعتدال کا نام ہے شجاعت:

شجاعت جس کا ثمرہ جود وسخا، ہمت ودلیری، بردباری، استقلال، صبر اور وقار، عاقبت بینی اور ملائمت اور غصہ کے ضبط کرنے کی طاقت وغیرہ۔

اعتدال سے بڑھ جائے تو اس کا نام ہے **تہوّر**:۔

تہور جس کی بدولت شیخی مارنا، غصہ سے بھڑک اٹھنا، انجام نہ سوچ کر ندامت اٹھانا، تکبر کرنا نخوت وخود پسندی وغیرہ۔

اعتدال سے گھٹتی ہے تو اس کا نام ہے **جبن**:۔

جبن جس کی بدولت بے غیرتی وکاہلی، خساست وکم ہمتی، چھچھورا پن، بزدلی، ذلت اور رسوائی گوارا کرنا لاحق ہوجاتا ہے۔

قوت شہوت کا اعتدال:

اس سے عفت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ جس کے ثمرات حیاو پارسائی، رضا وقناعت، خوفِ خدا اور مخلوق کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک۔

اگر قوت شہوت میں اعتدال کی جگہ کمی یا زیادتی پیدا ہو تو نتیجہ ہے:۔

حرص، لالچ، خوشامد، چاپلوسی، عاجز پر رعب اور دبدبہ ڈالنا، فریب، تنگ دلی، حسد و کینہ، بغض عناد وغیرہ

عقل وعلم کا اعتدال:۔

یہ اعتدال ذکاء کہلاتا ہے۔ اس کے ثمرات میں، فراست، اصابت رائے، ناموس و

Marfat.com

....

لطافت [illegible] ... [illegible] ... [illegible] ... خدا شناسی، مولا کی قدردانی وغیرہ

عقل و علم میں کمی یا زیادتی کا نتیجہ ہے:

کند ذہنی، مکاری، جعلسازی، حماقت و حسرت، ایذارسانی و بے رحمی وغیرہ

یہ تحریر صرف اس امید پر لکھی گئی کہ مخاطب مسلمان ہے یا اسلام کو سمجھنے کا شائق ہے۔ اللہ تعالیٰ جس نے مجھے یہ چند سطریں لکھنے کی توفیق دی ہے اس سے کیا بعید کہ وہ بے شوق دلوں کو بھی شوق سے آشنا کردے۔

دلوں کو محورِ صدق و وفا کر

حریمِ کبریا سے آشنا کر

(آمین)

Marfat.com

بندۂ مومن

تحریر و تحقیق

محمد صادق تہامی

29
52 ب
108

Marfat.com